بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مسلسل اشاعت کے پینتالیس سال

ماہنامہ الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

540
شوال ۱۴۳۱ھ
اگست 2010

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم ! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تاقیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جوکہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف دو کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب و اہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 100-0001-7

نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17 ☆ مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر---45
شمارہ نمبر---11
شوال---۱۴۳۱ھ
اگست---۲۰۱۰ء

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: اسلام کی بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو امریکی عدالت کی جانب سے متعصبانہ وظالمانہ سزا۔ امریکی پادری کی جانب سے قرآن کی بے حرمتی کا افسوسناک واقعہ۔ متاثرین سیلاب کی امداد و بحالی میں مملکت سعودی عربیہ کا قابل تقلید وقابل تحسین کردار۔ نامور محقق، مفکر علامہ ڈاکٹر محمود احمد غازی کی جدائی۔ حضرت مولانا قاضی انوار الدینؒ کی افسوسناک جدائی...... مولانا راشد الحق سمیع ۲

قادیانیوں کی اسلام دشمنیاں .... حضرت مولانا انوار الحق صاحب ۸

قرآن کریم کی حفاظت کا اللہ کا حیرت انگیز انتظام........ مولانا حذیفہ وستانوی ۱۵

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ذوقِ شاعری........ قاری محمد انس حسان ۲۳

اسلاف کے قیمتی اقوال وملفوظات........ حضرت مولانا فیاض خان سواتی ۳۱

فکر خوشحال خان خٹک۔ دین اسلام کی روشنی میں........ پروفیسر داور خان داؤد ۳۸

امریکہ اور اسکے حواری: انسانی حقوق کے علمبردار یا بیگناہ انسانوں کے قاتل...... ڈاکٹر خالد محمود سومرو ۴۵

افغان قوم کی آزادی قریب تر ہے........ جناب جنرل مرزا اسلم بیگ ۵۰

مسائل حج عمرہ وحرمین........ مفتی عبدالمتین ۵۳

امت مسلمہ کے لئے مغرب سے واقفیت ضروری ہے........ سید حبیب اللہ حقانی ۵۹

دارالعلوم کے شب و روز........ جناب شفیق الدین فاروقی ۶۲

تعارف تبصرہ کتب........ ادارہ ۶۴

نوٹ: سیلاب کی تباہ کاریوں کی وجہ سے رسالہ کی اشاعت میں تاخیر ہوئی، جس پر ادارہ معذرت خواہ ہے

کمپوزنگ: بابر حنیف

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com Fax(0923)630922
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/25 روپے سالانہ -/250، بیرون ملک 25$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا راشد الحق سمیع

اسلام کی بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو امریکی عدالت کی جانب سے متعصّبانہ وظالمانہ سزا

عالمی استعمار اور انسانی حقوق کے نام نہاد ''علمبردار'' امریکہ کی عدالت نے گزشتہ دنوں ایک پاکستانی بے گناہ، معصوم، انتہائی مجبور ونحیف اور تین بچوں کی ماں ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو طویل تحقیقات، قید وبند اور ظالمانہ بدترین تشدد کے بعد 86 سال قید کی سزا سنائی ہے۔ اس مضحکہ خیز جرم کی پاداش میں کہ اس نے امریکن فورس کے ایجنٹوں سے بندوقیں چھین کر ان پر فائرنگ کی ہے اور اس کے القاعدہ کے ساتھ گہرے روابط رہے ہیں۔ یہ ساری فرضی کہانی، الزامات جھوٹ پروپیگنڈے اور اسلام دشمنی پر مبنی ہے۔ کہاں ایک تنہا انتہائی دبلی پتلی کمزور نہتی عورت اور کہاں امریکی فوج کے تین چار مسٹنڈے۔ اور پھر ان سے بندوقیں چھین کر ان پر فائرنگ کرنا...... کوئی بھی باشعور شخص اس فرضی کہانی کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اس قدر احمقانہ الزامات کی بنیاد پر امریکی عدالت نے اتنی طویل سزا کا فیصلہ دے کر اسلام اور پاکستان کے خلاف اپنے اندرونی تعصب، بدنیتی اور سامراجی ذہنیت کا واضح ثبوت دیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو ذہنیت صدر بش، اوبامہ، امریکی فوجیوں کی ہے وہی امریکن عدالتوں کے ججوں کی بھی ہے۔ اس فیصلے پر خود امریکی عوام نے بھی ناخوشگواری کا اظہار کیا ہے اور خصوصاً پاکستانی عوام میں تو امریکہ کے خلاف نفرت اور غم وغصہ کی انتہائی شدید لہر دوڑ گئی ہے۔ حکمرانوں کے ماسوا خیبر سے لے کر کراچی تک تمام پاکستان سراپا احتجاج بن گیا ہے۔ لیکن حکومت پاکستان ٹس سے مس نہیں ہورہی۔ وہ اسی طرح امریکی اتحاد کی دُم چھلا بنی ہوئی ہے اور آئے روز پاکستانیوں اور مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر امریکی آقا کی چوکھٹ پر قربان کرانے کیلئے امریکہ بھجوارہی ہے۔ اب تک سینکڑوں پاکستانیوں کو حکومت پاکستان امریکی عقوبت خانوں کیلئے روانہ کراچکی ہے۔ جواب میں ایک ڈاکٹر عافیہ کی واپسی کے پاکستانی مطالبے امریکہ رعونیت کے ساتھ مسترد کرچکا ہے۔ دراصل غداروں، منافقوں پر مبنی حکمران ٹولے کی حقیقت امریکی سرکار کو خوب معلوم ہے کہ اگر سارے پاکستانیوں کو بھی امریکہ قید میں ڈال لے تو تب بھی پاکستانی حکمران اس پر کوئی سنجیدہ احتجاج یا موثر کارروائی کرنے والے نہیں یہ امریکی ڈالروں پر پلنے والے اور امریکن گرین کارڈز ہولڈر حکمران کہاں امریکہ کو آنکھیں دکھاسکتے ہیں؟ ان کی سیاسی پیدائش کے عمل سے لے کر حکمرانی کے مسندوں پر براجمان

کرنے میں امریکہ ہی کا ہاتھ ہے۔ یہ اپنے آقا کی حکم عدولی کہاں کرسکتے ہیں؟ ان تمام پاکستانیوں کو خوب معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی تمام صدائیں اور احتجاج صدا بصحرا ہیں۔ غلام قوموں کی چیخ و پکار بھیڑ بکریوں کے منمنانے کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتی۔ جب اپنے حکمران ہی غیرت وحمیت سے عاری ہوں تو امریکہ سے کیا گلہ اور کیا شکوہ۔ وہ تو ہے ہی اسلام اور پاکستان کا کھلا دشمن۔ اس کیساتھ ساتھ عالم اسلام کے پلیٹ فارم سے بھی عافیہ کو سنائی جانے والے ظالمانہ فیصلے کے خلاف کوئی موثر آواز سننے کو نہیں ملی۔ وہاں بھی خواب غفلت کا خوب خوب غلبہ ہے۔ اسلام کی بیٹی کا یہود و نصاریٰ جو چاہیں کریں انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ باحمیت اسلامی حکمران صرف تاریخ کے اوراق میں زندہ و جاوید نظر آتے ہیں۔ جو اسلام کی ایک بیٹی کی معمولی پکار پر ہزاروں میل سے آکر اس کی مدد کیلئے تیار ہوجاتے۔ اب مسلم حکمرانوں کو نہ فلسطین کی بیٹیوں کی عصمتیں لٹنے سے کوئی سروکار ہے نہ کشمیر وافغانستان کی ماؤں بہنوں کی پھٹی ہوئی رداؤں کی کوئی فکر ہے اور نہ ہی عافیہ صدیقی کی رہائی کیلئے انکے پاس نہ وقت ہے نہ انکا ایجنڈا ہے۔

افسوس! صد افسوس! کہ آج مفکر اسلام حضرت علامہ اقبالؒ حیات نہیں ورنہ وہ اس بد قسمت عہد کی بیچاری بیٹی کی حالت زار اور مظلومیت و عالم اسلام کی بے حسی اور حکمرانوں کی بے حمیتی پر کیا قیامت انگیز خیالات اور خون جگر سے اشعار لکھتے۔

مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے　　　بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے

امریکی پادری کی جانب سے قرآن کی بے حرمتی کا افسوسناک واقعہ

مغرب اور امریکہ جہاں مسلمانوں کے خلاف عملاً اسلام کش جنگ میں عراق اور افغانستان میں مصروف عمل نظر آرہا ہے وہیں مسلمانوں کے دلوں بلکہ ان کے ارواح کو بھی کچلنے اور آئے روز تکالیف دینے کے لئے نت نئے تکلیف دہ اقدامات اٹھا رہے ہیں' کبھی مسلمانوں کی سب سے مقدس ترین ہستی حضور اقدس ﷺ کے خلاف شرمناک اور افسوس ناک کارٹون وقفے وقفے سے بنائے جاتے ہیں تو کبھی اسلام اور قرآن کے خلاف فلمیں بنائی جاتی ہیں اور کبھی یورپ بھر میں پردے اور مساجد کے میناروں کی تعمیر پر پابندی لگائی جارہی ہے۔ اب کچھ عرصے سے ایک بدبخت امریکی پادری نے باقاعدہ یہ اعلان کیا ہوا تھا کہ فلاں تاریخ کو مسلمانوں کی سب سے مقدس کتاب قرآن پاک کو جلاؤں گا اور باقی اپنے ہم مذہبوں سے بھی ایسا کرنے کی تلقین کی تھی۔ یہ اسی لئے کہ مسلمانوں کو اشتعال دلایا جائے اور انکو مغرب کیساتھ مزید کافی عرصہ پنجہ آزمار کھا جائے۔ ان گھٹیا حرکتوں سے اسلام اور قرآن کی شان گھٹنے والی تو نہیں بلکہ یہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور خود امریکہ میں اسلام کی معرفت اور اسکی ترقی ونشاۃ کا باعث بن رہے ہیں کیونکہ چمگادڑوں کے واویلوں سے سورج اور کتوں کے بھونکنے سے چودھویں کا چاند مدہم نہیں ہوتا۔ رشد وہدایت کی یہ اَبدی

کتاب تا صبح قیامت رہتی دنیا کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی رہے گی اور اسلام دشمن قوتیں اس کے شعلوں سے یونہی بھسم ہوتے رہیں گے۔

متاثرین سیلاب کی امداد و بحالی میں مملکت سعودی عربیہ کا قابل تقلید و قابل تحسین کردار

پاکستان کی تاریخ کا سب سے خطرناک اور مہلک سیلاب جواب تک سندھ میں اپنی تباہ کاریاں جاری رکھے ہوئے ہے' نے جہاں پاکستان کا پورا انفرا سٹکرچر متاثر و برباد کردیا ہے وہیں اقوام متحدہ کے مطابق دس کروڑ افراد اس سے کسی نہ کسی طرح متاثر ہوئے ہیں۔ لاکھوں افراد اپنے جنت نما مکانات سے ہمیشہ کیلئے محروم ہوگئے ہیں۔ کروڑوں پاکستانیوں کے کاروبار اور تجارت تباہ ہوگئی ہے۔ فصلیں ویران ہوگئیں ہیں' کئی علاقے اور ہزاروں دیہات تو ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹ گئے ہیں۔ اس کسمپرسی اور افراتفری اور تباہی و بربادی کا مقابلہ نااہل حکمرانوں کے بس کی بات نہیں تھا۔ (دراصل یہ سیلاب انہی کے کالے کارتوتوں اور ظلم و ناانصافی پر مبنی فیصلوں اور کرپشن کے باعث آیا ہے) تو پاکستانی بے یارو مددگار قوم کی مدد کے لئے سب سے پہلے برادر اسلامی ملک سعودی عرب نے ہی حسب سابق پہل کی۔ اور مشکل کی اس گھڑی میں پاکستانی قوم کو اکیلا اور تنہا نہیں چھوڑا اور خصوصاً سعودی عرب کے فرمانروا خادم الحرمین الشریفین ملک شاہ عبداللہ نے حکومت سعودی عرب کی طرف سے چالیس کروڑ ریال کی خطیر رقم پاکستان کو دی۔ اسی کے ساتھ شاہ عبداللہ بن عبدالعزیزؒ نے سارے سعودی عرب میں خصوصی چندہ مہم کی بھی اپیل جاری کی جس سے چند گھنٹوں میں کروڑوں ریال سعودی عوام نے بھی جمع کرادیئے۔ یہ امداد ساری دنیا سے زیادہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خادم الحرمین الشریفین نے رمضان میں حرمین شریفین کے اماموں سمیت تمام خطیبوں سے چندوں کی مہم جاری رکھنے اور پاکستان کیلئے خصوصی دعائیں کرانے کا بھی اہتمام کروایا۔ مشکل کی اس گھڑی میں سعودی عرب نے جس ایثار اور فراخدلی کا مظاہرہ کیا ہے یہ پاکستانیوں کے ساتھ پہلی بار نہیں بلکہ ماضی قریب میں بھی متاثرین زلزلہ کیلئے ان کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اس سلسلے میں پاکستان میں مقیم سعودی سفیر جناب عبدالعزیز ابراہیم الغدیر نے ناقابل فراموش کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے ہی پاکستانیوں کیلئے کروڑوں ریال کی امداد دلانے میں مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ اور پورے پاکستان میں دوران سیلاب بیچارے پاکستانیوں کی امداد میں بنفس نفیس مصروف رہے اور شب و روز امداد کی فوری اور صحیح ترسیل میں ہمہ تن رہے۔ اور یہ سب کچھ رمضان کے دنوں میں شدید گرمی اور پیاس کا لحاظ کئے بغیر اور پھر

یہاں تک کہ عید اور عید کے بعد بھی تعطیلات کی ایام میں بھی استراحت اور تفریح وغیرہ کو اسلامی اخوت پر قربان کر دیا۔ کاش کے دیگر ممالک کے سفراء اور حکمران بھی سعودی سفیر اور وہاں کے حکمرانوں کی طرح اس مشکل گھڑی میں پاکستان کا ساتھ دیتے۔ بہرحال ہم اس موقع پر مملکت سعودی عربیہ اور قابل قدر سفیر محترم کا خصوصی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ برادر اسلامی ملک ترکی نے بھی بڑی امداد بھیجی ہے جو کہ قابل تحسین ہے

نامور محقق، مفکر، علامہ ڈاکٹر محمود احمد غازی کی جدائی

آسمان علم و تحقیق کا ایک درخشندہ ستارہ گزشتہ دنوں اچانک بحر فنا میں ڈوب گیا۔ مسند علم و عرفان کی ایک ایسی شمع یکایک باد فنا کی ستم ظریفی سے ہمیشہ کے لئے بجھ گئی ہے جس کی تلاش میں کہکشائیں بھی جلائی جائیں تو بھی اس کی تلافی ممکن نہیں۔ ع اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

جناب ڈاکٹر محمود غازی عالم اسلام اور خصوصاً پاکستان کے لئے بہت بڑا علمی سرمایہ تھے۔ پاکستان اور برصغیر میں آپ کے پائے جیسے قابل اور فاضل افراد گنے چنے ہی نہیں بلکہ ایک دو افراد ہی ہیں۔ جناب ڈاکٹر صاحب کی علمی، تحقیقی، فنی، ادبی اور تعلیمی خدمات اتنی زیادہ اور وسیع ہیں کہ ان کا احاطہ ایک طالب علم کے بس کی بات نہیں۔ یقیناً ڈاکٹر صاحب اس وقت علم و تحقیق کے میدان میں حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے بعد بہت نمایاں مقام پر فائز تھے۔ آپ کچھ ہی عرصے میں اداروں اور اکیڈمیوں کا کام کر گئے۔ طبیعت میں تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ کم گوئی اور خاموشی آپ کی نمایاں خصوصیت تھیں اور علمی نخوت و تکبر سے بھی آپ کوسوں دور تھے۔

آپ اگرچہ جدید علوم و فنون میں ممتاز تھے اور آپ پر عصر حاضر کے رنگ کا عکس بھی کافی گہرا پڑ چکا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلامی علوم و فنون پر بھی آپ کی دسترس کسی شیخ اور کسی دینی و علمی مستند ترین شخصیت سے کم نہیں تھی۔ آپ ایک ایسے دریا کی مانند تھے جس میں قدیم و جدید دونوں علوم پانی کی مانند جمع تھے اور ایسے علمی خزانہ تھے جو جمع ہونے کے بجائے خود کو خرچ کرنے پر ترجیح دیتے تھے۔ دراصل آپ کی بنیاد ہی اسلامی مدرسے سے بنی تھی اور علوم شریعہ میں کمال بھی آپ نے کراچی کے ایک بڑے علمی ادارے سے حاصل کیا تھا۔ پھر بعد میں اپنی جدت پسند اور خداداد صلاحیتوں سے آپ ترقی کرتے کرتے علم و عرفان کے بلند ترین مسانید پر فائز ہو گئے۔ آپ کے قیمتی قلم سے کئی علمی اور تحقیقی ضخیم کتابیں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں اور آپ کے پُر مغز علمی مقالات، تقاریر، علمی سیمناروں کی جان ہوا کرتے تھے۔ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے صدر اور فیصل مسجد کی خطابت بھی آپ نے کئی برس تک کی۔ اس کے علاوہ

دیگر کئی علمی وتحقیقی اداروں کے بھی آپ رئیس رہے اور کافی عرصہ وفاقی وزیر مذہبی امور پاکستان بھی آپ رہے۔اس وقت آپ وفاقی شرعی عدالت کے معزز جج کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے تھے۔

پاکستان جو پہلے ہی مفلسی اور غربت کے ہاتھوں گھرا ہوا ہے اور اس کا تعلیمی اور علمی سرمایہ بھی آہستہ آہستہ گھٹتا چلا جارہا ہے۔اب ڈاکٹر صاحب جیسی قیمتی علمی شخصیت کے اٹھ جانے کے باعث تو علمی وتحقیقی مفلسی بھی پاکستان کے حصے میں آگئی ہے۔تعلیمی انحطاط روز بروز بڑھتا چلا جارہا ہے۔درسگاہیں ویران‘ حقیقی طالبعلم ناپید اور استاد و پروفیسر علم وادب سے بے خبر۔ایسے ماحول اور ایسے ملک میں آپ جیسے عظیم معلم استاذ‘ مفکر اور محقق کا بچھڑ جانا مزید گہرے صدمے کا باعث ہے۔اب تو پورے ملک میں لے دے کے چند ہی نابغے باقی ہیں۔اللہ انہیں اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ڈاکٹر صاحب کے مقامات اعلیٰ علیین میں مقرر فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حضرت مولانا قاضی انوار الدینؒ کی افسوسناک جدائی

وادی اکوڑہ خٹک جو قدیم زمانے سے علم وادب اور سیاسی بصیرت وشعور سے مزین علاقہ ہے۔خوشحال خان خٹک کا یہ آبائی گاؤں کئی جہات اور کئی حیثیتوں سے عالمی ادب وسیاست میں ہمیشہ سے ایک ممتاز مقام رکھتا ہے۔ حضرت مولانا قاضی انوار الدین بھی اکوڑہ خٹک کے علمی حلقوں کی زینت اور عوام الناس کے ماتھے کا جھومر تھے۔حضرت قاضی صاحبؒ گاؤں کے قدیم مفتی کی حیثیت سے علاقہ بھر میں خاص شہرت کے حامل تھے۔اکوڑہ خٹک جس کی آبادی ایک لاکھ سے زائد ہوگئی ہے اس کے تمام شہریوں کے نماز جنازہ کی امامت کی ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر تھی۔یہ اتنی بڑی ذمہ داری تھی کہ علاقہ بھر آپ کی اس عظیم ذمہ داری کے بلاتعطل اور بلاناغہ جاری رکھنے پر حیرت زدہ رہتا کہ ایک بوڑھا اور بیمار شخص کیسے علاقہ بھر کے کئی کئی جنازوں کی امامت کیلئے ہر وقت پہنچ جاتا ہے اور وہ بھی بغیر کسی معاوضے اور دوسرے دنیاوی مفاد کے۔اس کیساتھ ساتھ اکوڑہ خٹک کی مرکزی عیدگاہ نزد جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی امامت بھی گزشتہ پچاس برس سے آپ ادا کررہے تھے۔دراصل آپ کے آباء واجداد علماء اور قضاۃ تھے حتیٰ کہ مغلیہ دور میں بھی اس علاقہ میں آپکے اجداد ہی یہاں کے قاضی تھے۔حضرت مولانا قاضی انوار الدینؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ اکوڑہ خٹک کے وہ پہلے دو طالب علم تھے جنہوں نے سب سے پہلے شیخ الحدیث بانی دارالعلوم حقانیہ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے سامنے زانوائے تلمذ طے کئے۔حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کے خصوصی توجہات اور علمی وتحقیقات اور دروس کے پہلے سامع اور طالب علم حضرت قاضی صاحب ہی تھے۔آپ نے دارالعلوم حقانیہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد یہیں سے افتاء بھی کیا اور اپنی بہترین صلاحیتوں کے باعث دارالعلوم میں عرصہ دس پندرہ

سال تک معلم اور مفتی کے عہدوں پر فائض بھی رہے' بعد میں دیگر تجارتی سرگرمیوں کے باعث تدریس وغیرہ کا سلسلہ دارالعلوم میں ختم ہوگیا تھا لیکن دارالعلوم اور اسکے ارباب اہتمام سے آخر تک ایسا مخلصانہ تعلق قائم رکھا جو اپنی مثال آپ ہے۔ آپ حضرت والد صاحب مدظلہ کے بچپن کے بہترین دوست بھی تھے۔ مرتے دم تک آپ نے یہ دوستی نبھائی رکھی۔ شرافت' اخلاق اور خوبصورتی اور تواضع کا ایک مجسم آئینہ تھے۔ آپ کی شخصیت میں انتہاء کی ہردلعزیزی تھی۔ عوام' علماء' بچے جوان سب آپ کی کرشماتی شخصیت کے اسیر تھے۔ آپ کی ایک نمایاں خدمت جس کا ذکر یہاں پر ضروری ہے وہ آپ کا مشہور و معروف درس قرآن کا سلسلہ ہے جو گزشتہ چالیس برس سے بلاناغہ آپ عشاء کی نماز کے بعد لاؤڈ سپیکر پر بیان فرمایا کرتے تھے اور پورا گاؤں اس سے مستفید ہوا کرتا تھا۔ یہ خدمت بھی آپ آخر دم تک کرتے رہے۔ آپ کافی عرصے سے دل کے مریض تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنے علمی اور عوامی خدمات کا سلسلہ کم نہیں کیا۔ افسوس صد افسوس کہ آپکے بچھڑنے سے اکوڑہ خٹک اپنے ایک بہت ہی قابل' فاضل فرزند سے محروم ہوگیا ہے۔ دارالعلوم حضرت قاضی صاحبؒ کے غم کو اپنا غم اور صدمہ سمجھتا ہے اور اپنے بہت قابل فاضل سے محروم ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحبؒ کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے پسماندگان اور بیٹوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مولانا محمد ادریس کی رحلت

رواں مہینہ علمی حلقوں پر بہت بھاری رہا۔ اس میں کئی اہم علمی اور عبقری شخصیات ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوئیں۔ ان میں صوبہ خیبر پختونخوا کی عظیم روحانی بزرگ حضرت مولانا محمد احمد صاحب عرف حضرت بابا جی صاحب' بانی ومہتمم دارالعلوم عربیہ اسلامیہ شیر گڑھ کے فرزند حضرت مولانا محمد ادریس حقانی جو گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ ابھی حضرت بابا جی صاحبؒ کی وفات کا سانحہ تازہ ہی تھا کہ اس خانوادے پر ایک اور عظیم سانحہ رونما ہوا۔ حضرت مولانا محمد ادریس حقانی دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر فرزند تھے۔ خداوند نے انہیں ذہانت سے خوب خوب نوازا تھا۔ فراغت کے بعد آپ کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے' لیکن پھر اپنے عظیم والد صاحب کے حکم پر انہوں نے اس ملازمت کو خیرباد کہا اور اپنے والد کے قائم کردہ ادارے میں تدریس شروع کی اور کچھ ہی عرصہ میں اپنی خداداد صلاحیتوں کی بناء پر دورہ حدیث کی کتب کی تدریس بھی شروع کردی اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کے طریقہ تدریس اور خصوصاً احادیث پڑھانے کی شہرت سارے صوبہ پختونخوا میں پھیل گئی۔ آپ ایک جید مدرس اور بہترین معلم تھے۔ اس کیساتھ ساتھ عملاً مدرسہ کے امور بھی چلاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین سے نوازیں۔ ادارہ آپکے برادر مولانا محمد قاسم ایم این اے وچیئرمین سٹینڈنگ کمیٹی برائے مذہبی امور اور دیگر برادران جو سب کے سب حقانیہ کے چشمہ فیض سے سیراب ہیں اور ان کے پسماندگان کے ساتھ دلی تعزیت کرتا ہے۔

سلسلہ خطبات جمعہ

از: شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب

قادیانیوں کی اسلام دشمنیاں

ایک حقیقت پسندانہ جائزہ اور بے لاگ تجزیہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلک نبی خلفه نبی وانه لانبی بعدی وسیکون خلفا فیکثرون (صحیح بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی (قیادت) اور سیادت خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے جب کوئی نبی دنیا سے وصال کرجاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آتا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔

عظمت ختم نبوت: محترم سامعین کئی ہفتوں سے ختم نبوت کی اہمیت' عظمت اور اس ایمانی عقیدہ پر دشمنوں کے حملوں' سازشوں اور کفر کے علم برداروں کی ان لادین عناصر کی سرپرستی کے واقعات صراحتاً واشارۃً بیان کرنے کی کوشش کررہا ہوں' اسی طرح ہر دور میں جب اس مسئلہ کے سلسلہ میں امت محمدی کو للکارا گیا۔ آنحضرت ﷺ کے وجود مسعود کے دور سے لے کر آج تک الحمدللہ حضور کے عاشق و پروانوں نے دیوانہ وار میدانوں میں نکل کر ان کی قوت' طاقت اور جھوٹے دعوؤں کو اپنے غیرت ایمانی اور عشق رسول ﷺ کے اسلحہ سے پاش پاش کردیا۔ مختلف ادوار میں اس بے دین مدعیان نبوت کے خلاف تحریکیں چلیں' حتیٰ کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک نے تو فتنہ قادیانیت کی رہی سہی کسر بھی پوری کرکے مرزائیت کی کمر توڑ ڈالی۔

حکومتی جبر واستبداد: تحریک کو کچلنے کے لئے حکومت وقت نے جبر واستبداد کے تمام حربے استعمال کیئے۔ مرکز میں وزیراعظم خواجہ ناظم الدین اور گورنر جنرل غلام محمد سے لے کر آخر تک اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھے ہر فرد نے تحریک ختم نبوت کی مخالفت اور ناموس رسالت پر جان قربان کرنے والے پروانوں پر ظلم وجبر کرکے اپنی آخرت کو برباد کیا۔ جو لوگ ختم نبوت کے منکر تھے وہ تو سب امت کو معلوم ہوئے مگر اس تحریک کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جو لیڈران' سیاستدان' افسر شاہی اور صحافی وغیرہ زبان سے اپنے آپ کو عاشق رسول کا ورد کرتے نہ تھکتے تھے مگر عقیدہ ختم نبوت کے سروں پر کفن باندھ کر میدان کارزار میں ہزاروں لوگوں کو گولیوں کا نشانہ بنانے' جیلوں میں ڈالنے اور ان پر سختیوں سے

ان اقتدار کے عاشقوں' دولت کے پجاریوں اور غیروں کے اشاروں پر ناچنے والوں کے منافقانہ کردار کو پاکستان کے غیور مسلمانوں کے سامنے ننگا کر دیا۔ یہ سارے جو اپنے آپ کو مسلمانوں کے قائدین' وزیر اعظم' گورنر جنرل' بیوروکریٹ' بعض اخبارات و جرائد کے دانشور تحریک نبوت کی نہ صرف حمایت بلکہ اقتدار کے محلات میں بیٹھے عہدہ دار قادیانی جماعت کو اقلیت قرار دے سکتے تھے' مگر یہ بد بخت اللہ کے ہاں عظیم رتبہ حاصل کرنے سے محروم رہے اور دنیاوی فانی اور جلد ختم ہونے والے فوائد کو دائمی اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے انعامات جو جنت کی صورت میں ملنے تھے پر ترجیح دی۔ تشدد کے ساتھ ساتھ مجلس عمل کے تمام قائدین خواہ وہ صوبوں کی سطح کے تھے یا ضلع' تحصیل اور گاؤں میں قیادت کر رہے تھے سب کو پابند سلاسل کر دیا۔ وقتی طور پر تحریک۔ جسے بعض حضرات ناکامی سے تعبیر کرتے ہیں مگر میں اسے ناکامی کی بجائے ۱۹۷۴ء میں تحریک کی کامیابی کا مقدمہ اور پیش خیمہ سمجھتا ہوں۔

امیر شریعت کا ارشاد: یہی وہ وقت تھا جب امیر شریعت' خطیب ملت اور قادیانیوں کے لئے سیف عریاں حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا کہ اس تحریک کے ذریعے میں ایک ٹائم بم نصب کر رہا ہوں' جو اپنے وقت پر پھٹے گا اس مرد قلندر کی یہ پیشنگوئی درست ثابت ہوئی جس کا ذکر تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے ضمن میں کروں گا۔ ۱۹۵۳ء کی بظاہر کمزوری سے عاشقان ختم نبوت کا جوش و جذبہ سرد ہوا نہ عزم و ہمت میں کمی آئی بلکہ قادیانیت اور قادیانیوں سے نفرت میں مزید پختگی آئی۔ تحریکوں کے ساتھ ساتھ علماء حق نے کوئی ایسا موقع اور میدان خالی نہ چھوڑا جس میں ان کا تعاقب کر کے شکست سے دوچار نہ کیا ہو' حتی کہ عدالتی میدانوں میں بھی مقدمات دائر کر کے اس جھوٹے مدعی نبوت کے دعوؤں کے پرخچے اڑا کر ان کے عقائد و ناپاک اداروں کی جعلی ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ ان مقدمات میں ایک مقدمہ بہاولپور بھی ہے جو ۱۹۲۶ء سے اب تک شہرہ آفاق حیثیت حاصل کر کے اب تک علماء نے اس کی تشریح و توضیح پر کئی رسائل لکھے۔

مقدمہ بہاولپور میں اکابر کا کردار: بہاولپور کی عدالت میں قادیانیوں کو کافر قرار دینے کا مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ مدعی کی معاونت اور کیس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے اپنے وقت کے ممتاز عالم دین' محدث کبیر' حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ' مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور دیگر اکابر علمائے دیوبند دور دراز کا سفر اپنا اہم دینی فریضہ جانتے ہوئے بہاولپور پہونچ کر ختم نبوت کے حامی وکلاء اور عدالت کی معاونت کی۔ انکے زوردار' حقائق پر مبنی دلائل کے سامنے باطل کے حامی اور انکے دلائل ھباء اً منثورا کی طرح ہوا میں اڑ گئے۔ مقدمہ طویل عرصہ یعنی ۱۹۲۶ سے ۱۹۳۶ء تک جاری رہا۔ آخر کار کیس کا فیصلہ کرنے والے جج نے اپنے منصب اور عدل کے عظمت اور وقار کو چار چاند لگاتے ہوئے مرزائیت پر کفر کی مہر لگا کر اس فتنہ پر کاری ضرب لگائی۔ بعد میں سپریم کورٹ نے قادیانیوں کے اقلیت فرقہ ہونے کا جو فیصلہ دیا۔ اسکے بنیادی نکات یہی بہاولپور کیس کے حوالے تھے۔ مرزائی کے بارہ میں یہ فیصلہ صرف ملکی عدالتوں تک

محدود نہ رہا بلکہ ماریشش کی عدالتوں نے بھی اس گمراہ فرقہ کو اسلام سے خارج قرار دینے کے کئی فیصلے کئے۔ ۱۹۵۸ء میں اسلامی دنیا کی مشہور یونیورسٹی جامعہ ازھر سے بھی مرزائیوں کے غیر مسلم اقلیتی فرقہ ہونے کا فتویٰ صادر کردیا۔

__سازشوں کا خاتمہ:__ معزز حضرات! بات ہو رہی تھی ۱۹۵۳ء کی تحریک کے آخری مراحل کی۔ جیسے کہ پہلے عرض کر چکا ہوں، خواجہ ناظم الدین اور ممتاز دولتانہ نے یہ سمجھا کہ تحریک ان کے اقتدار کے خاتمہ کے لئے ہے جبکہ اس جدوجہد کی غرض قطعاً یہ نہ تھی بلکہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دے کر مملکت پاکستان میں خصوصاً اور باقی اسلامی دنیا میں ان کی سازشوں اور اسلام دشمنی کا خاتمہ تھا۔ اقتدار کے نشے میں ارباب حکومت نے تحریک کو ختم کرنے کیلئے بے دریغ طاقت استعمال کی۔ بہرحال کچھ عرصہ بعد جب ختم نبوت کے راہنما جیلوں سے رہا ہوئے، انہوں نے تحریک کو از سر نو تبلیغی انداز میں منظم کر دیا اور ایک دن وہ مرحلہ بھی آیا جب ۱۹۷۳ء میں آزاد کشمیر اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر عاشقان ختم نبوت کے عزم و ہمت کو مزید حوصلہ ملا۔ مسلمانوں کو اندازہ ہوا کہ ظلم و جبر، قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کا دور اپنی آخری ہچکیوں کے مراحل میں ہے۔ ختم نبوت کے متوالوں کی دینی خوشی کا وقت اب بہت دور کی بات نہیں۔ دوسرے طرف قادیانیوں کے رویہ اور لب لہجہ میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ وجہ یہ کہ یہ طبقہ عالمی اسلام دشمنوں کی آلہ کار اور لونڈی کی حیثیت سے اسلام کے خلاف کام کرنے کے لئے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے تھے۔ جہاں دولت کا استعمال ان کی نظر میں کارآمد ہوتا۔ غربت کے شکار مسلمانوں کو اس لالچ میں پھنسانے کی کوشش کرتے، ایک صحیح العقیدہ مسلمان کو اپنے جھوٹے مسیلمہ کذاب کی نبوت پر آمادہ کرنے کے لئے اپنے حسیناؤں کو بھی ان کے عقد نکاح میں دینے کا حربہ استعمال کرتے۔ نوکر شاہی اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز بیوروکریٹ، مادہ پرست، مغربی تہذیب کے پجاریوں اور اپنے کو روشن خیال کہلوانے والے جدت پسند، جدید مغربی تعلیم و تہذیب کے حامل افراد کو مرزائیوں نے اپنا ہم پیالہ و مشرب بنانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ بیشتر ادوار میں ملک پر قابض حکمرانوں کی سرپرستی بھی ان کو حاصل رہی۔ ان لوگوں میں اکثریت ایسے افراد کی تھی جو پاکستان میں عوامی، اسلامی، اعلیٰ اخلاقی کردار اور قومی تقاضوں اور جس کلمہ کے نام پر برصغیر پاک وہند کے لاکھوں مسلمانوں نے آگ و خون کی ہولی برداشت کر کے مملکت خداداد حاصل کیا اس سے انکاری تھے، ان کے آغوش میں چلے جاتے۔

__پاکستان کا نظریہ اساس:__ محترم سامعین! یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ جو ٹکڑا زمین ہم کو اس وعدہ پر رب کائنات نے دیا کہ یہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے والوں کا مرکز اور شریعت مطہرہ کے نفاذ کا خطہ ہوگا۔ آج اسی ملک کے کئی اپنے آپ کو تعلیم یافتہ اور دانشور سمجھنے والے ببانگ دہل زبان و قلم سے کہہ رہے ہیں کہ یہ خطہ زمین اسلام کے نام پر حاصل نہیں کیا گیا۔ حالانکہ تحریک پاکستان کے صفوں میں شامل ہر مرد و زن کا یہی نعرہ تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔ ان کی آرزو یہ ہے کہ یہ ملک اور اس کا آئین و نظام لبرل ہو، جس کا جو عقیدہ اور خرافات پر مبنی قول و فعل ہو قرآن و

حدیث کی جو من پسند تعبیر وتشریح کرے، پھر بھی وہ مسلمان ہے۔ گویا اسلام اور مسلمانی اس کے گھر کی لونڈی ہے، بغیر کسی قدغن، شتر بے مہار کی طرح (نعوذ باللہ) اسلام کی تعلیمات وتعبیرات کا اپنے خواہشات اور عقائد کے مطابق جو تشریح کرے اس کے لئے جائز ہے، یہی وہ طبقہ ہے جو غلام احمد قادیانی کے عقل ودانش سے خالی اور واہیات سے بھرے دلائل سے بھی جلد متاثر ہو کر ان کے حامی بن جاتے ہیں۔

قادیانی پاکستان کا دشمن: حالانکہ یہی فرقہ خبیثہ جس طرح اسلام کے وفادار نہیں اسی طرح تعمیر پاکستان میں بھی ان کا کردار مشکوک اور مخالفانہ رہا۔ انہوں نے کبھی پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ قادیانی فرقہ کے ایک سربراہ مرزا طاہر کے باپ نے مرنے سے پہلے پیشگوئی کے طور پر یہ زہر اگلا کہ ہندوستان کی تقسیم عارضی ہے ایک وقت آنے والا ہے کہ یہ دونوں ملک پھر ایک ہو کر اکھنڈ بھارت کی صورت اختیار کرلیں گے۔ مرتے وقت مرزا بشیر الدین جو اپنے آپ کو خلیفہ دوم سمجھتے تھے، وصیت کی کہ مجھے اور میرے اہل خانہ کو ربوہ میں عارضی طور پر دفن کیا جائے۔ جب حالات مناسب اور درست شکل اختیار کرلیں تو ان کی لاشوں کو بھارت لے جا کر دفن کیا جائے۔

مسئلہ کشمیر میں قادیانیوں کی سازش: مقبوضہ کشمیر جو ساٹھ دہائیوں سے زیادہ سال گزرنے کے باوجود بھی پاک بھارت کیلئے ایک عقدہ لاینحل بن کر کئی لاکھ شہادتوں، وجہ نزاع اور جنگوں کا سبب بنا ہے۔ انہی مرزائیوں کی سازش کی وجہ سے پاکستان کے ہاتھوں سے نکل کر ہندوؤں نے مسلمانوں کا مقتل گاہ بنایا ہوا ہے۔ ضلع گورداسپور کا پاکستان میں شامل ہونے کے سوال پر مرزائیوں نے مسلمانوں کی مخالفت کی، گورداسپور بھارت کے قبضہ میں آ کر ہندؤں کو کشمیر میں داخل ہونے کا راستہ ملا جو آج تک غیر قانونی، غیر اخلاقی طور پر بھارت کے شکنجہ میں پھنسا ہوا ہے، رہنے والے آئے روز مظالم کی چکی میں پسے جا رہے ہیں۔ یہ ظلم عظیم بھی مسلمانوں اور پاکستان سے عالمی استعماری قوتوں نے اپنے مردود فرقہ قادیانیوں کے ذریعہ کیا۔

معزز حضرات! یہ ناپاک فرقہ بیک وقت کئی کفریہ طاقتوں کی آلہ کار اور ٹارگٹ کی حیثیت سے مسلم دنیا کے عقائد وافکار کو نہ صرف سبوتاژ کرنے میں معروف ہے بلکہ پاکستان جیسے اسلام کے نام پر معرض وجود آنے والے ملک کی سلامتی کو پارہ پارہ کرنے کے بھی درپے ہیں۔

قادیانی اسرائیل کے ایجنٹ: پاکستان کے ازلی دشمن بھارت واسرائیل کے لئے یہ لوگ در پردہ ان کے ایجنٹ کا کردار ادا کرتے ہیں۔ یہودی جو مسلمان اور اسلام کا نام تک سننا گوارہ نہیں کرتے، مرزائیوں کی بڑی تعداد اسرائیل میں رہائش پذیر اور تمام سہولتیں انہیں میسر ہیں۔ اسرائیل میں کسی غیر یہودی مشنری ادارہ کو اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کی اجازت نہیں حتیٰ کہ نصاریٰ یعنی عیسائی جن کی اکثریت امریکہ، برطانیہ اور یورپی ممالک میں موجود ہے۔ جو اسرائیل کے آقا اور سرپرست بن کر انکے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے ظلم، غاصبانہ قبضے کو صرف جائز نہیں کہتے بلکہ انکے

ناجائز وجود کے جواز اور بقاء کیلئے اپنے تمام خزانوں کے منہ کھول کر عالم اسلام پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے۔ ان عیسائیوں اوران پراحسانات کی بارش کرنے والوں کے مشنری اداروں کوبھی کام کرنے کی اجازت نہیں۔ اگر اسرائیل میں اپنے باطل عقائد کوتبلیغ کی اجازت ہے تو صرف قادیانی فرقہ کیلئے ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اسرائیل اور قادیانیوں کے درمیان دوستی کا یہ مشترکہ رشتہ یعنی مابہ الاشتراک صرف اور صرف عالم اسلام دشمنی ہے۔

برصغیر سے فرنگیوں کا انخلاء برصغیر پاک وہند کے بعض انگریزوں کو جب یہاں سے نکلنے پر مجبور کیا گیا۔ اسلام کیساتھ ان کی ازلی وتاریخی دشمنی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے بغلی بچہ کو اسلام اور کفر کے درمیان حد فاصل عقیدہ ختم نبوت پر ضرب لگانے کیلئے اس خطہ میں چھوڑ دیا۔ انکے تحریفات قرآن کے غلط معنی کرنے' صحابہ' تابعین' فقہاء اور محدثین حتیٰ کہ انبیاء کے توہین کرنے کی بھی ناپاک جسارت کی جن کی ایک ادنیٰ سی جھلک گزشتہ چند خطبات میں آپ کو عرض کر چکا ہوں۔ ان تمام خرافات اور وساوس کے ذکر کیلئے کئی دن مزید بیان کرنا پڑیگا۔ مگر آپ کو اس فرقہ ضالہ کے عقائد اور اسلام اور مسلمانوں کی وحدت ملی کو ریزہ ریزہ کرنے کے جو عزائم ہیں ان سے آپ آشنا ہو چکے ہوں گے۔

فرزندان دیوبند کی مسئلہ ختم نبوت پر تحقیقی کاوش: اور اللہ بھلا کرے ان عقیدہ ختم نبوت کی بقاء وسلامتی کے لئے مضبوط کردار ادا کرنے والے علماء کرام بالخصوص علماء حق کی علمی وروحانی مرکز دیوبند کے فرزندان کی کہ انہوں نے ختم نبوت کے موضوع پر سینکڑوں' مدلل' تحقیق پر مبنی کتب بمع حوالہ جات لکھ کر پوری ملت کو اس شجرہ خبیثہ کی سازشوں' بے بنیاد دلائل کی مکمل پوسٹمارٹم کر کے سب کچھ روز روشن کی طرح واضح کر دیا۔ اب حضرات کرام آپ کی ذمہ داری کہ فضول رسائل وجرائد اور لغویات پر مبنی کتابوں کی بجائے اپنے دین کے اساسی مسئلہ ختم نبوت پر حملہ آور ہونے والے اس بدترین طبقہ کے عقائد اور انکے رد میں لکھے گئے ذخیروں کا مطالعہ کر کے اپنے دین کی حفاظت کریں جو کہ ایمان کو بچانے کیلئے قدم قدم میرے اور آپ کیلئے معاون ثابت ہوں گے۔

قادیانیت کا بھرپور تعاقب: معزز سامعین! ذکر ہو رہا تھا ۱۹۵۳ء کے بعد ۱۹۷۴ء کی تحریک اور اسکے نتائج کا۔ تو پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ۵۳ء کے ظلم وجبر سے تحریک کا خاتمہ نہ ہوا بلکہ حکیمانہ انداز اختیار کر کے رد قادیانیت کی جدوجہد وقت گزرنے کیساتھ بڑھتی رہی کہ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو نشتر میڈیکل کالج کے کچھ طلباء تفریحی سفر میں مصروف تھے' انکی ریل گاڑی چناب ایکسپریس جب ربوہ اسٹیشن آ کر رکی تو سینکڑوں قادیانی جو باقاعدہ منصوبہ کر کے منظم اور مسلح طور پر طلباء کی بوگی میں داخل ہوئے انکو شدید ظالمانہ انداز میں مارا پیٹا اور زخمی کر دیا۔ کچھ طلباء کو اغوا کرنے کی کوشش کی۔ اسٹیشن ماسٹر جو قادیانی تھا' نے اس وقت تک گاڑی روانہ ہونے کیلئے سبز جھنڈی نہ ہلائی جب تک ان بدبختوں نے مسلمان طلباء کو مکمل طور پر لہولہان نہ کیا تھا وہ بھی اسی سازش کا مکمل حصہ تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب قادیانیت کے خلاف ختم نبوت کے حق میں فیصلہ کرنے کا حتمی وقت تھا۔ ربوہ کے اسٹیشن کا ظالمانہ واقعہ جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گیا۔

قادیانیوں کے خلاف عوامی مظاہرہ: ملک کے ہر شہر، تمام جماعتیں، نشرواشاعت کے اسباب و ذرائع بلاامتیاز متحد ہوکر جوش وخروش نے ایک عجیب دینی ومذہبی کیفیت اختیار کرلی۔ گلی گلی، محلہ محلہ مرزائیوں کے خلاف نفرت حقارت اور غیض وغضب کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ شروع ہوا۔ جمعہ کے اجتماعات کے بعد ان کے خلاف مظاہروں، جلوسوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔ حکومت وقت نے جہاں جہاں علماء ورہنماؤں کی گرفتاری کا حربہ آزمایا، وہاں شہروں میں کئی دن ہڑتالوں، ٹریفک کا پہیہ جام کرنے سے ملکی نظم ونسق درہم برہم ہوکر رہ گیا۔ یہ حربہ بھی ناکام ہوا۔ بوڑھے، بچے، جوان، مرد اور گھروں میں بیٹھی مستورات کا ایک ہی نعرہ تھا ''قادیانی کافر اور اس طائفہ کو آئینی طور پر اقلیت قرار دیا جائے'' خاتم الانبیا علیہ السلام سے عقیدت ومحبت کی چنگاری روز بروز شدت سے بھڑکنے لگی۔

مختلف مکاتب فکر کی اجتماعی کاوشیں: تمام دینی مکاتب فکر پر مشتمل آل پارٹیز مجلس عمل حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی امارت میں تحریک زور پکڑتی گئی۔ پیپلز پارٹی کے چیئرمین اور اس دور کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو تھے، قومی اسمبلی میں چند اکابر علماء محدث کبیر حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ مرد قلندر مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانیؒ حضرت مولانا عبدالحکیمؒ حضرت مولانا صدرالشہید اور دو تین بزرگ اور موجود تھے، جن کے دلوں میں عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت، ملک میں نفاذ اسلام اور ملک سے منکرات کے خاتمہ کے علاوہ اور کوئی خواہش نہ تھی، اسی جذبہ کی خاطر ان بزرگوں نے اسمبلی کی رکنیت قبول کی تھی ورنہ ان کا مقام اور اللہ نے جو دینی عظمت عطا فرمائی ان کے سامنے اسمبلیوں کی رکنیت کی کوئی وقعت نہ تھی، اللہ ان اکابر کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس کے مدارج عالیہ پر فائز فرمائے۔ انہوں نے ایک اسلامی ملک کی اسمبلی میں ایک مسلمان رکن کا جو کردار ہونا چاہیے ادا کردیا۔ ان چند علماء کے دانشمندانہ اور حکیمانہ جدوجہد کے نتیجہ میں حکومت وقت قادیانیوں کو اقلیتی فرقہ قرار دینے پر تیار ہوئی، پوری اسمبلی کو ایک کمیٹی کی حیثیت دے کر اسے مرزائیوں کی حیثیت متعین کرنے کا اختیار دیا گیا، قادیانی فرقہ کے امیر مرزا ناصر اور لاہوری احمدی جماعت کے سربراہ کو قومی اسمبلی میں طلب کیا گیا۔ ان پر جرح اور ان کو دفاع کے لئے مواقع دیئے گئے۔ مرزائیوں نے اسمبلی میں ایک ''محضرنامہ'' پیش کیا جس کا تفصیلی اور مدلل جواب حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نے مجلس عمل کے سربراہ محدث کبیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی نگرانی میں تحریر فرمایا۔

قادیانیوں کی شکست: طویل بحث کے بعد قادیانی امراء کو شکست ہوئی اور قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر آئین کے دفعہ (۲) ۱۰۶ اور (۳) ۲۶۰ کے ذریعہ قادیانیوں کے ہر دو فرقوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اللہ جل جلالہ نے امت مسلمہ کے تمام مسلمانوں کو سرخرو فرمایا۔ اس تحریک کی کامیابی کے لئے کروڑوں مسلمانوں جن کو قربانیوں اور اذیت کو برداشت کرنے کے صبر آزما دور سے گزرنا پڑا۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے اس بابرکت ترامیم سے ان کی خوشی کی

انتہا نہ رہی۔ ان پر جبر و استبداد کے جو ادوار گزرے اس عظیم مقصد کے حصول کے بعد وہ تمام تکالیف بھول کر اللہ کے حضور بطور شکر سجدہ ریز ہوئے۔ ترمیم کے الفاظ پر آپ حضرات کو سن کر معلوم ہو جائے گا کہ یہ بالکل واضح کسی قسم کا شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ ''جو شخص حضرت محمد ﷺ جو آخری نبی ہیں' کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے آئین وقانون کے اغراض کے لئے وہ مسلمان نہیں ہے''

قادیانیوں کی آئینی خلاف ورزی: محترم حضرات ! اب آپ اور ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ اس غیر واضح اور غیر مبہم آئینی وقانونی ترمیم کی مرزائی بڑی ڈھٹائی سے خلاف ورزی کر رہے ہیں اور حکومتیں کیا کہ ہم بھی خواب خرگوش میں محو ہیں۔ ان کا اپنے عبادت گاہوں کو مساجد کا نام دینا' عبادت گاہوں میں اذان دینا' اپنے آپ کو مسلمان کہنا' اپنے عقائد کو اسلام کہنا' کھلے عام اجتماعات کے ذریعہ اپنے نظریات کا پرچار اور اس کے لئے ہر قسم کا لالچ' دھونس کا استعمال' ملت اسلامیہ کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہونچانا' اہم وحساس عہدوں پر قبضہ کرنا' اپنے ذات اور عورتوں کو صحابہ و صحابیات کے نام اور القاب سے پکارنا زور وشور سے جاری ہے۔ ارباب اقتدار کی چشم پوشی اور ان کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے کی وجہ سے اب یہ فرقہ انسانی حقوق کے نام پر منظم طریقے سے تمام عالم کفر میں ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں' ہمارے ساتھ پاکستان میں ظلم ہو رہا ہے۔ اقلیتی فرقہ ہونے کا فیصلہ متفقہ نہیں بلکہ چند افراد کا فیصلہ ہے۔ اس پر از سر نو بحث ومباحثہ کیا جائے۔ میڈیا میں بعض اسلام دشمن افراد نے بھی اسی فیصلہ کے خلاف اپنا زور قلم وزبان کا استعمال کرنا شروع کر دیا ہے غرض یہ کہ ملت اسلامی کا یہ اجماعی مسئلہ اختلافی بن جائے۔ محترم ساتھیو! یہ چند مولوی حضرات کے عزت وناموس کا مسئلہ نہیں بلکہ تمام ملت مسلمہ کے اسلام وکفر اور موت وحیات کا سوال ہے۔

قادیانی اسلامی وحدت کے دشمن: ان سازشوں کو جان کر بھی غفلت اور لاپرواہی کرنا عظیم گناہ ہے۔ ملت کے ہر فرد کو چوکس رہ کر کفار واغیار کو اس عقیدہ میں نقب لگانے سے روکنا ہے۔ ورنہ بقول شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کہ ''قادیانی گروہ اسلامی وحدت کا دشمن ہے' مسلمان ان تحریکوں کے بارہ میں زیادہ حساس ہیں جو ان کی وحدت کیلئے خطرناک ہے' چنانچہ ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو اور اپنی بنیاد نئی نبوت پر رکھے اور بزعم خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے۔ مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لئے ایک خطرہ سمجھے گا اور یہ اس لئے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت سے استوار ہوتی ہے۔''

رب العزت اسلام جو دین حقہ اور عالمگیر مذہب ہے کو ہر اس نقب زن کے سازشوں سے محفوظ رکھے جو کفر یا اسلام کے جامہ میں اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔ امین

مولانا حذیفہ وستانوی*

قرآن کی حفاظت کے لیے
اللہ کا حیرت انگیز انتظام

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ''إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ '' (سورۃ الحجر: پ۱۴/ ۹) ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ یہ پہلی وہ آسمانی کتاب ہے، جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا، گویا اس کی حفاظت کے لیے یہ وعدہ الٰہی ہے اور قرآن کا اعلان ہے: ''إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ '' (سورۃ آل عمران: پ۳/ ۹) اللہ کبھی بھی وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ بس اللہ نے اپنا یہ وعدہ سچ کر دکھایا۔ اور کتاب اللہ کی حفاظت کا حیرت انگیز انتظام کیا۔ اس طور پر کہ اس کے الفاظ بھی محفوظ، اس کے معانی بھی محفوظ، اس کا رسم الخط بھی محفوظ، اس کی عملی صورت بھی محفوظ، اس کی زبان بھی محفوظ، اس کا ماحول بھی محفوظ، جس عظیم ہستی پر اس کا نزول ہوا اس کی سیرت بھی محفوظ، اور اس کے اولین مخاطبین کی سیَر بھی یعنی زندگیاں بھی محفوظ۔

غرضیکہ اللہ رب العزت نے اس کی حفاظت کے لیے جتنے اسباب و وسائل اور طریقے ہو سکتے تھے، سب اختیار کیے، اور یوں یہ مقدس اور پاکیزہ کتاب ہر لحاظ اور ہر جانب سے مکمل محفوظ ہو گئی۔ الحمد للہ آج چودہ سو انتیس سال گذرنے کے بعد بھی اس میں رتی برابر بھی تغیر و تبدل نہ ہو سکا، لاکھ کوششیں کی گئیں، مگر کوئی ایک کوشش بھی کامیاب اور کارگر ثابت نہ ہو سکی، اور نہ قیامت تک ہو سکتی ہے۔

کتاب الٰہی کی، کیسے حفاظت کی گئی؟

ڈاکٹر محمود احمد غازی اپنی کتاب محاضرات حدیث میں تحریر فرماتے ہیں'' کتاب الٰہی کے تحفظ کے لیے اللہ رب العزت نے دس چیزوں کو تحفظ دیا، یہ دس چیزیں وہ ہیں، جو قرآن پاک کے تحفظ کی خاطر محفوظ کی گئی ہیں''۔

وہ کون سی چیزیں ہیں، جو قرآن کے خاطر محفوظ کی گئیں؟

قرآن کی حفاظت کی خاطر نو چیزیں محفوظ کی گئیں:

---

* استاذ: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندوربار

(۱) قرآن کی کا متن یعنی اس کے بعینہ وہ الفاظ، جو اللہ رب العزت نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے یا وحی کے کسی اور طریق سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی، تو آپ فوراً کاتبین وحی میں سے کسی سے کتابت کروا لے لیتے، پھر صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے بھی اُسے سنتے، اور جو تحریر کیا ہوا ہوتا، اُسے بھی محفوظ کر لیتے، اس طرح ۲۳ رسال تک قرآن، نزول کے وقت ہی لکھا جاتا رہا، صحابہ نے اسے حفظ بھی یاد کیا، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حفظ کی بڑی فضیلتیں بیان کی۔ ایک روایت کے مطابق صحابہ میں سب سے پہلے حفظِ قرآن مکمل کرنے والے حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔

دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دورِ ابی بکر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اور دیگر صحابہ کے کے مشورے سے اس کی تدوین عمل میں آئی، یعنی اس کو یکجا کر لیا گیا اور دورِ عثمانی میں اس کی تنسیخ، عمل میں آئی، یعنی اس کے مختلف نسخے بنا کر کوفہ، بصرہ، شام، مکہ وغیرہ جہاں جہاں مسلمان آباد تھے بھیج دیے گئے، یہ تو تحریری صورت میں حفاظت کا انتظام ہوا، اس کے علاوہ اس کو لفظ بلفظ یاد کرنے کا التزام کیا گیا، وہ الگ۔ اس طرح قرآن سینہ وسفینہ دونوں میں مکمل لفظاً محفوظ ہو گیا، اور یہ سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ آج بھی جاری ہے، قیامت تک جاری رہے گا، انشاء اللہ، **اللھم اجعل القرآن ربیع قلوبنا و جلاء اعیننا۔**

(۲) جہاں اللہ رب العزت نے اس کے متن کی حفاظت کی، وہیں اس کے معنی ومفہوم اور مراد کی حفاظت کا بھی انتظام کیا، اس لیے کہ صرف الفاظ کا محفوظ ہونا کافی نہیں تھا، کیوں کہ مراد اور معنی اگر محفوظ نہ ہو، تو اس کی تحریف یقینی ہو جاتی ہے، کتب سابقہ کے ساتھ کچھ ایسا ہی ہوا، کیوں کہ اس کے الفاظ اگر چہ کچھ نہ کچھ محفوظ رہے، مگر اس کے معانی و مفہوم تو بالکل محفوظ نہ رہے، اس لیے کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے اقوال وافعال واعمال کو محفوظ رکھنے کا کوئی انتظام نہ کیا، جس کے نتیجہ میں الفاظ محفوظہ بھی کارگر ثابت نہ ہو سکے، مثلاً عیسائی مذہب ان کا کہنا ہے کہ ہمیں دو اصولوں کی تعلیم دی گئی، اور ہم اس کے علمبردار ہیں: نمبر ایک عدل وانصاف۔ نمبر دو محبت والفت۔ مگر اگر آپ، ان سے دریافت کریں کہ عدل وانصاف کس کو کہتے ہیں، تو وہ اس کا مفہوم نہیں بیان کر سکتے۔ یہی حال محبت کا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس عدل اور محبت کی پرواہ کیے بغیر لاکھوں نہیں، کروڑوں انسانوں کو عیسائیت کے فروغ کی خاطر قتل کر دیا گیا، اور یہ سلسلہ ابھی تک تھما نہیں۔ اسی طرح یہودیت کی اصل بنیاد اس اصول پر ہے، کہ تم اپنے پڑوسی کے لیے وہی پسند کرو، جو اپنے لیے پسند کرو۔ لیکن اگر آپ یہود کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا، کہ انہوں نے اپنے پڑوسیوں کو جتنا ستایا، اتنا دنیا میں کسی نے اپنے پڑوسیوں کو نہیں ستایا ہوگا، اور اب بھی اس کا سلسلہ جاری ہے، جو اسرائیل کی جارحیت سے عیاں ہے، مگر اسلام، الحمدللہ سنت نبوی کے پورے اہتمام کے ساتھ محفوظ رہنے کی وجہ سے، قرآن کی تعلیمات پر مکمل طور

پر محفوظ چلا آرہا ہے۔اس طرح اللہ نے سنتِ رسول جس کو احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہا جاتا ہے، کے ذریعہ معانی و مفاہیم اور مراد الٰہی کو محفوظ رکھنے کا انتظام کیا۔اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی جو تفسیر کی، جسے ’’تفسیر بالمأثور ‘‘ کہا جاتا ہے، جس پر امام سیوطی، امام ابن کثیر وغیرہ، بے شمار علماء نے تفسیریں لکھیں، اور ہر آیت کی تفسیر، حدیث رسول سے کر کے دکھائی، وہ درحقیقت اللہ ہی کی جانب سے ہے، کیوں کہ قرآن نے اعلان کیا ہے’’ان علینا بیانہ ‘‘ (سورۃ القیٰمۃ: پ۲۹/ ۱۹) یعنی اس قرآن کی تفسیر بھی ہم نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ایک جگہ پر ’’جمعہ و قرآنہ ‘‘ ہے، ایک جگہ ارشاد ہے’’و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات اپنے جی سے نہیں کرتے، بلکہ وحی خداوندی ہی ہوتی ہے۔اسی کو کسی فارسی شاعر نے کہا:

گفتۂ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اس پوری گفتگو سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ’’تفسیر بالمأثور‘‘ درحقیقت اللہ ہی کی، کی ہوئی تفسیر ہے، اور ظاہر ہے اللہ ہی اپنی مراد کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔لہٰذا حدیث کی حفاظت سے معانی و مراد خداوندی بھی محفوظ ہو گئے؛ اللہ ہمیں کتاب اللہ اور سنت رسول پر مر مٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

(۳) قرآن کے الفاظ و معانی کے ساتھ ساتھ، وہ جس زبان میں نازل ہوا، وہ زبان یعنی عربی زبان بھی محفوظ۔ اس کے لیے بھی اللہ نے عجیب انتظام کیا، اس طور پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا’’احبوا العرب لثلاث انی عربی، و لسان أھل الجنۃ عربی، و القرآن عربی ‘‘ قرآن نے خود اعلان کیا’’بلسان عربی مبین ‘‘(سورۃ الشعراء: پ۱۹/ ۱۵۹) ہم نے قرآن کو صاف ستھری عربی زبان میں نازل کیا۔اگر آپ لسانیات کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا دنیا کی کوئی زبان تین چار سو سال سے زیادہ محفوظ نہ رہ سکی، یا تو وہ ختم ہو گئی یا کسی دوسری زبان میں ضم ہو گئی، یا ایسے تغیر و تبدل کی شکار ہو گئی کہ اس کی پہلی ہیئت باقی نہ رہ سکی، مگر عربی زبان مسلمانوں کی توجہ و عنایت کا ایسا شہکار ہے، جو بیان سے باہر ہے؛ اولاً خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی تربیت میں عربی زبان کی نوک و پلک کی درستگی کو خوب اہمیت دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی، اپنی توجہ کو اس پر مبذول کیا، جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو نحو عربی و صرف عربی کی بنیاد ڈال کر، اسے خاص توجہ کا مرکز بنایا، اور پھر آپ کے بعد اُمت کا ایک ایسا طبقہ وجود میں آیا، جس نے اپنی زندگیاں اسی زبان کی حفاظت و ترویج میں وقف کر دی، ابو الاسود الدؤ دیلی، امام سیبویہ، امام خلیل فراہیدی، امام کسائی، امام فراء، امام مبرد، امام اخفش، امام

یعصم، امام تغلب، امام ثعلب، امام یشکر، امام ابن حاجب، امام ابن ہشام، امام ابن عقیل، امام ابن جنی، امام نفطو یہ، امام زازویہ، امام خالویہ، امام راہویہ وغیرہ نے اپنی پوری زندگیاں صرف ونحو، علم بیان وغیرہ کی حفاظت کے لیے وقف کر دیں، جس کی برکت سے آج بھی عربی زبان اسی اصل ہیئت پر باقی ہے، جس ہیئت پر وہ نزول قرآن کے وقت تھی، اور قیامت کے وقوع سے پہلے پہلے تک جب تک اس قرآن کو باقی رکھنے کی اللہ کی مشیت ہوگی، امت کی ایک جماعت اس کارِ خیر میں مشغول رہے گی، انشاء اللہ۔

(۴) صرف الفاظ و معانی اور قرآنی زبان ہی کی حفاظت پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا، بل کہ اس کے الفاظ و معانی کی عملی صورت کی حفاظت کا بھی پورے پورہ انتظام کیا گیا، اس طور پر کہ قرآن جس لفظ میں نازل ہوتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مراد وحی کی روشنی میں صحابہ کو سمجھاتے، اور سمجھانے کے بعد اس کو عملاً بطور نمونہ، کر کے بھی بتلاتے تھے، جس کو آج کی زبان میں تھیوری (Theory) کے ساتھ ساتھ پریکٹیکل (Practical) کا بھی اہتمام کیا جاتا، مثلاً نماز، قرآن نے صرف یہ الفاظ کہے "اقیموا الصلوۃ" (سورۃ البقرۃ:۱/۴۳) نماز قائم کرو، مگر پورے قرآن میں کہیں اس کی پوری تفصیل بالترتیب نہیں بتائی گئی، ہاں کہیں قیام، کہیں رکوع، کہیں سجود کو متفرق طور پر بیان کیا گیا، جب کہ نبی کریم ﷺ نے اس کا طریقہ بالترتیب صحابہ کو بتایا، اور پھر اس کو عملی طور پر کر کے دکھایا اور کہا "صلوا کما رأیتمونی اصلی "نماز ایسی ہی پڑھو جیسی مجھ کو پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ صحابہ نے ایسا ہی کیا، پھر رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ نے بھی بدستور اس پر عمل جاری رکھا، اور تابعین بھی انہیں جیسا کرتے رہے، گویا انہوں نے بھی ہو بہو ایسا ہی کیا، اس کے بعد تبع تابعین، اس طرح آج تک نسلاً بعد نسلٍ اور قرناً بعد قرنٍ امت کا اس پر تعامل، اس طرح عملی صورت بھی محفوظ ہوگئی، یہ تو ایک مثال ہے، ورنہ صلوۃ العید، صلوۃ الجنازۃ، زکوٰۃ، صدقہ، قربانی، تلاوت قرآن وغیرہ سب کی عملی صورت آج تک امت کے ذریعہ اللہ رب العزت نے محفوظ رکھی، اسلئے جب کوئی قرآن کی تفسیر و تشریح میں من مانی کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو اُمت میں اس کو تلقی بالقبول (مقبولیت) حاصل نہیں ہوتا، البتہ کچھ افراد جو مفاد پرست ہو یا انکی اسلامی تربیت نہ ہوئی ہو، یا ضروری علم دین سے واقف نہ ہو، اس کے تابع ہو جاتے ہیں اور ایسا تو دنیا میں ہوتا ہی ہے، عربی میں محاورہ مشہور ہے "لکل ساقطۃ لاقطۃ" ہر گری پڑی چیز کا کوئی نہ کوئی اٹھانے والا ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ قرآن کے مفاہیم و مرادوں کو بھی اللہ رب العزت نے تعامل کے ذریعہ محفوظ رکھا، یقیناً دنیا کی کوئی طاقت اللہ کی مشیت کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ واللہ غالب علی امرہ و لکن اکثر الناس لا یعلمون (سورۃ یوسف:۱۲/۲۱)۔

(۵) میرے عزیزو! قربان جایئے اس رب کائنات پر، جس نے اپنی کتاب کی حفاظت کے لیے ایسے ایسے

انتظام کیے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، اور انسان اس کی کرشمہ سازیوں پر سردھنتا رہ جاتا ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جس ماحول میں قرآن کا نزول ہوا، جس سیاق وسباق میں آیتیں نازل ہوئی، اس ماحول کو بھی تحفظ اور دوام بخشا گیا، حدیث کے ذخیرے نے وہ پورا ماحول اس کی منظر کشی اور نقشہ کشی ہمارے سامنے رکھ دی، جب طالب حدیث اس کو پڑھتا ہے، تو اس کے سامنے چشم تصور میں وہ سارا منظر متشکل ہوکر آجاتا ہے، جس منظر میں قرآن کریم نازل ہوا، جس پس منظر اور پیش منظر میں، قرآن مقدس کے احکام وہدایات پر صحابہؓ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین نے، صاحب وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری اور موجودگی میں عمل درآمد شروع کیا، جس کو علم حدیث میں ''حدیثِ مسلسل'' کہا جاتا ہے، اس کی صورت یہ ہوئی کہ راوی نے، حدیث کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، یا دیکھا، تو اس وقت جو کیفیت تھی، راوی جس سے روایت بیان کرتا ہے، اس کے سامنے وہی انداز واسلوب اختیار کرتا ہے، جس انداز سے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو اخذ کیا ہو، اور وہ پوری کیفیت بعینہ کرکے دکھاتا ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئی ہو، مثلاً ''حدیث مسلسل بالتشبیک '' اس کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو گناہ اور توبہ کے وقت ایمان کی کیفیت کو بیان کیا، کہ اگر بندہ گناہ کرتا ہے، تو ایمان اس کے دل سے نکل جاتا ہے، اور جب توبہ کرتا ہے تو وہ دوبارہ دل میں داخل ہوجاتا ہے، اور آپ نے اپنی انگلیوں کو پروکر علیحدہ کیا اور کہا ایمان گناہ کے وقت اس طرح نکل جاتا ہے، اور جب توبہ کرے تو دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اندر پروکر (جس کو تشبیک الاصابع کہتے ہیں) بتایا، پھر اس صحابی نے بھی اس روایت کو بیان کرکے، اسی طرح کرکے بتایا، اس طرح یہ سلسلہ آج تک چلا آرہا ہے بظاہر ایسا کرنے سے کوئی فائدہ سمجھ میں نہیں آتا، اگر نہ بھی کیا جاتا تو بات سمجھ میں آجائی گی، مگر اس کا ایک اضافی فائدہ یہ ہوتا ہے، کہ نفسیاتی اور جذباتی طور پر انسان اس ماحول میں چلا جاتا ہے، جس ماحول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو بیان فرمارہے تھے، مسجد نبوی میں یا جس مقام پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیان فرمارہے تھے، تو روحانی طور پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں وہاں موجود ہوں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو صحابہ، تابعین اور تبع تابعین اور حدیث کے اساتذہ اور طلبہ کے ذریعے دیکھتا چلا آرہا ہوں، بالکل اسی طرح کی کیفیت ''اسباب نزول آیات'' کے بولتے اور سنتے وقت ہوتی ہے۔

سبب نزول کہتے ہیں، حدیث میں وارد، اُن واقعات کو جو کسی آیت کے نزول کے وقت پیش آیا ہو، اس سے قرآن فہمی میں بڑی مدد ملتی ہے، کیوں کہ جب آیت کا سبب نزول معلوم ہوجائے، تو اس پر مرتب احکام کا درجہ بھی معلوم ہوجاتا ہے، اگرچہ یہ ضروری بھی نہیں قرار کیا گیا، کہ ہر آیت کا سبب نزول ہو، مستقلاً علماء نے اس پر تصانیف چھوڑی، مثلاً

امام جلال الدین سیوطی، امام واحدی وغیرہ نے۔

(۶) قرآن کریم کی حفاظت کی غرض سے جہاں بہت ساری چیزوں کو تحفظ بخشا گیا، وہیں سیرت نبوی یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات کو بھی محفوظ کیا۔ کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی مطالبات پر عمل کر کے بتایا تا کہ کل آ کر کوئی ایسا نہ کہے ہم قرآنی مطالبات پر عمل نہیں کر سکتے، یہ تو بڑے شاق اور دشوار گذار ہیں بلکہ بطور نمونہ کے آپ نے عمل کر کے بتلایا اور عمل بھی ایسا، جیسا اس پر عمل کرنے کا حق ہے، اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں جب دریافت کیا گیا، تو آپؓ نے کہا کہ کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ کہاں ہاں۔ تو آپ نے فرمایا ''کان خلقه القرآن '' آپ قرآن کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ جہاں کوئی امر نازل ہوا، فوراً عمل کر کے بتایا، اسی لیے قرآن نے اعلان کر دیا ''لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة '' (سورۃ الاحزاب: پ۲۱، آیت ۲۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، اے مسلمانو! تمہارے لیے نمونہ ہے، دنیا میں کسی ہستی کی سیرت و حیات پر اتنا کام نہیں ہوا جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ پر ہوا، اور ہوتا چلا جا رہا ہے، آج بھی اس کی افادیت میں کوئی کمی محسوس نہیں ہو رہی ہے، بل کہ مزید اس کی افادیت میں اضافہ ہو رہا ہے، اللهم اجعلنا ممن یتبع الرسول و یطیعه۔

(۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو اللہ رب العزت نے اپنی آخری کتاب قرآن کے نزول کے لیے منتخب کیا اور آپ کے لیے آخری دین، دین اسلام کو تجویز کیا، قرآن کی حقانیت کو باقی رکھنے کے لیے اس کے تقدس و علو مرتبت کو ثابت کرنے کے لیے صاحب قرآن کی عظمت اور تقدس کو باقی رکھنا بھی امر ناگزیر تھا، اللہ رب العزت نے اس کے لیے جو حیرت انگیز اور تعجب خیز انتظام فرمایا، اسی میں سے ایک یہ کہ آپ کے نسب مبارک کو بھی مکمل محفوظ کیا گیا، عرب جو امی، اَن پڑھ تھے، مگر اس کے باوجود اقوام عالم میں ان کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اپنے انساب کے یاد رکھنے کا بڑا اہتمام کرتے تھے یہی اہتمام بعد میں چل کر ایک فن کی حیثیت اختیار کر گیا، اور اس پر کتابیں بھی لکھی گئیں، مثلاً الانساب للامام السمعانی وغیرہ، علم الانساب کہتے اس ریکارڈ کو جس میں یہ محفوظ کیا جائے کہ کون سا قبیلہ کہاں سے وجود میں آیا، کس قبیلے کے کس آدمی کا باپ کون اس کا دادا کون، اسی طرح اوپر تک اس کی شادی کہاں ہوئی، اس کی اولاد کتنی تھی، عربی قبائل میں کس قبیلے کی کس قبیلے کے ساتھ رشتہ داری تھی وغیرہ۔

اب کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ عربوں کو ان موضوعات سے دلچسپی رہی ہوگی، یا انہیں اس طرح کی معلومات کے جمع کرنے کا شوق رہا ہوگا، لیکن بات اتنی کہنے سے نہیں ٹلتی، ڈاکٹر محمود احمد غازی ایک حیرت انگیز بات کا انکشاف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں'' جب ہم انساب کی کتابوں کا جائزہ لیتے ہیں، اور ان کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ایک عجیب

وغریب بات سامنے آتی ہے، بہت عجیب وغریب، اتنی عجیب وغریب، کہ اس کو محض اتفاق نہیں کہا جاسکتا، وہ عجیب و غریب بات یہ سامنے آتی ہے کہ جتنی معلومات محفوظ ہوئیں، وہ مرکوز ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت پر حالانکہ جس وقت انساب کی حفاظت کا کام شروع ہوا، اس وقت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے''۔ مگر اللہ کو منظور تھا کہ آپ کا نسب مکمل محفوظ اور منسلک رہے تا کہ آپ کے آباء واجداد کی علوشان، ان کی پاکبازی سے آپ کی خاندانی شرافت اور کرامت کا ثبوت فراہم ہو، اور یوں صاحب قرآن کی شان بھی قرآن کے شایان شان ہونے کا ثبوت مہیا ہوجائے، اور کسی بھی ذی ہوش وخردمند کے لیے آپ کی تکذیب کا سوال باقی نہ رہے، اور آپ کی تصدیق دل وجان سے قبول کرلے، ہاں مگر یہ کہ اس میں حسد وعناد، سرکشی وشرارت ہو، اس طرح قرآن کی حفاظت اس کے وقار اور اس کی حقانیت کے ثبوت کے لیے اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک کو محفوظ کرلیا، **واللہ علی کل شئ قدیر** ۔(سورۃ البقرۃ: پ۱، آیت ۱۰۶) **واللہ غالب علی امرہ و لکن اکثر الناس لا یعلمون**۔(سورۃ یوسف: پ۱۲، آیت ۲۱)

(۸) قرآن کے نزول کے وقت اس کے اولین مخاطب اور اس کے اولین حاملین حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو براہِ راست مخاطب تھے، قرآن کی حفاظت کے لیے اللہ نے ایک انتظام اور بندوبست یہ بھی کیا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے حالات کو محفوظ کروالیا، ایک اندازے کے مطابق صحابہ کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی، مگر ان میں سے اکثریت آخری دور میں قبولیت اسلام سے شرف یاب ہوئی، اس اولین حاملین، جنہیں قدیم الاسلام یا اولین مؤمنین کہا جاتا ہے، ان کی تعداد کم وبیش پندرہ بیس ہزار رہی ہوگی، اور جن صحابہ نے آپ سے زیادہ کسب فیض کیا، ان کے حالات کو بھی اللہ نے محفوظ کرلیا، تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ان کے حالات کا علم ہوجائے اور انہوں نے ایمانی تقاضوں اور اسلامی مطالبات کو، جس حسن وخوبی کے ساتھ عملی جامہ پہنایا، اس کی معرفت بھی حاصل ہوجائے تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تو رسول تھے، ان کے ساتھ اللہ کی خاص عنایت ورحمت تھی، انہوں نے اگر عمل کیا، یہ ان کی امتیازی شان تھی، مگر جب صحابہ کی زندگیاں بھی اسی نقش قدم پر پائی، تو معلوم ہوجاتا کہ ایسا نہیں اگر انسان ارادہ کرلے، تو مکمل ایمانی تقاضوں کو پورا کرسکتا ہے، جیسا کہ صحابہ نے پورا کیا، اسی لیے قرآن نے کہا ''**امنوا کما آمن الناس**'' ایمان لاؤ صحابہ جیسا ایمان لائے۔ اس میں الناس پر الف لام عہد خارجی کا ہے، یعنی حضرات صحابہ۔

صحابہ کے حالات میں ایک عجیب پہلو یہ بھی سامنے آیا کہ جو صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا قریب تھے، ان کے حالات اتنے ہی زیادہ تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں، صحابہ کے حالات کی حفاظت کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ صاحب قرآن کے اصحاب واحباب کا جب علم ہوتو اس سے آپ کے محب خیر بلکہ سراپا خیر ہونے کا اندازہ ہو، کیوں کہ

آدمی اپنے دوستوں سے جانا جاتا ہے، حدیث شریف میں ''فلینظر الی من یخالل'' کہ جب تم کسی کے بارے میں جاننا چاہو تو دیکھو کہ وہ کیسے لوگوں کے ساتھ رہتا ہے، تو اس سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ کیسا ہے، انسانی تاریخ میں حضرات انبیاء کرام کے بعد اگر کوئی مقدس اور بہترین گروہ ہے تو وہ گروہِ صحابہ ہے، لہٰذا قرآن اور صاحب قرآن کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا بھی ضروری تھا کہ قرآن پر اجتماعی عمل کیسے ہو؟ سنت اور قرآن کی اجتماعی تشکیل کس طرح ہوں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں امت نے کیسے جنم لیا؟ اوران سوالات کے جوابات مکمل نہیں ہو سکتے تھے، مگر صحابہ کے احوال کے جانے بغیر، لہٰذا اللہ نے انتظام کیا، اوراولین حاملین قرآن اوراولین عاملین میں سے تقریباً پندرہ ہزار نفوس قدسیہ کے حالات نام بہ نام نسل بہ نسل دستیاب ہیں، اور الحمدللہ امت تب سے لے کراب تک اور قیامت تک ان کے نقوش و خطوط سے استفادہ کرتی رہے گی، اور قرآن پر عمل کرنے کے لیے اسے معاون سمجھتی رہے گی، واللہ لطیف بالعباد۔

(۹) اب جب صحابہ جو قرآن کے الفاظ و معانی کے ساتھ ساتھ اس پر انفرادی و اجتماعی طور پر عمل کرنے والے اور دنیا کو یہ بتانے والے ٹھہرے کہ قرآن قابل عمل ہی نہیں دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کا ضامن ہے، تو ان کے حالات کے جاننے کے لیے، ان کے اصحاب جن کو تابعین کہا جاتا ہے، کے حالات کا قلمبند ہونا بھی ضروری تھا، تا کہ صحابہ کے حالات ہم تک یعنی ان کے بعد والوں تک صحیح طور پر پہنچے، تو اس کے لیے، ان تابعین و تبع تابعین کے احوال کا تحفظ بھی ضروری تھا، کرشمۂ الٰہی دیکھئے کہ ایسے چھ لاکھ افراد کے بارے میں پورا بایوڈاٹا یعنی مکمل معلومات کو بھی اللہ نے تحفظ بخشا اور وہ بھی سرسری نہیں بلکہ ان کی پوری تفصیلات کے ساتھ، کہ یہ کون تھے؟ کس زمانہ میں پیدا ہوئے؟ ان کی شخصیت کس درجہ کی تھی؟ ان کا علم و فضل کس درجہ کا تھا؟ انہوں نے کس کس سے کسب فیض کیا؟ ان کا حافظہ کیسا تھا؟ ان میں کیا اچھائیاں تھیں وغیرہ۔ غرضیکہ اس طور پر منقی و مصفی کر کے سامنے رکھ دیا گیا ہے، کہ آدمی ان کی شخصیت سے اطمینان بخش حد تک معلومات حاصل کر لے۔ اس کو فن ''اسماء رجال'' سے تعبیر کیا گیا۔ اور ڈاکٹر محمود احمد غازی فرماتے ہیں کہ یہ ایسا فن ہے کہ اس کی مثال دنیا کے کسی مذہبی و غیر مذہبی فن میں نہیں ملتی، نہ مذہبی علوم میں اس کی مثال اور نہ غیر مذہبی علوم میں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ وہ چیزیں ہیں، جس کو قرآن کی حفاظت کی خاطر اللہ رب العزت نے حیرت انگیز انداز میں تحفظ بخشا، اور اپنے کامل قدرت کا مظاہرہ کیا، اللہ ہمیں قرآن کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے ظاہر و باطن کو قرآن کے منشاء کے مطابق بنا دے۔ آمین یارب العالمین!

قاری محمد انس حسان
استاذ مدرسہ جامعہ قاسم العلوم ملتان

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ذوقِ شاعری

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اٹھارویں صدی کے آغاز یعنی ۱۷۰۳ء میں ہندوستان کے مرکز دہلی میں آنکھ کھولی۔ والد محترم کا نام شاہ عبدالرحیمؒ تھا جو بذات خود بڑے جید عالم دین تھے۔ شاہ صاحبؒ کا سلسلۂ نسب والد کی طرف سے حضرت عمرؓ اور والدہ کی طرف سے امام موسیٰ کاظمؒ تک پہنچتا ہے۔ ابتداء ہی سے ذہن رسا اور علم دوست طبیعت پائی تھی۔ ۱۵ ارسال کی عمر میں تمام مروجہ علوم حاصل کر لئے اور ۱۷ ارسال کی عمر میں والد کے انتقال کے بعد مسندِ تدریس سنبھال لی۔ تدریس کا یہ سلسلہ تقریباً ۱۲ ابرس تک جاری رہا اور پھر حرمین کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور دو مرتبہ حج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ شاہ صاحبؒ نے اپنے پیچھے چار فرزند چھوڑے جن کے اسماء یہ ہیں، شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ عبدالغنیؒ۔ آپؒ کی وفات ۱۷۶۲ء میں ہوئی اور دہلی ہی میں مدفون ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وہ نابغۂ روزگار علمی و روحانی شخصیت ہیں جنہوں نے اسلامی علوم کے تقریباً تمام شعبہ ہائے جات پر انتہائی گہرے اور دور رس اثرات مرتب کئے ہیں۔ بایں ہمہ آپؒ کی شخصیت اعلیٰ درجہ کے مفکر، مدبر اور مجتہد کی ہے جن کی اصلاحی کوششیں اور اجتہادی کارنامیں قابلِ رشک ہونے کے ساتھ ساتھ قابلِ تقلید بھی ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے جہاں قرآن، حدیث، فقہ اور سیرت پر ایک عمدہ ذخیرہ کتب کا چھوڑا ہے وہیں ادب و شاعری پر بھی شاہ صاحبؒ کا خاطر خواہ کام موجود ہے۔ لیکن شاید شاہ صاحبؒ کے باقی کام اتنے اہمیت کے حامل تھے کہ اس کام پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ نیز شاہ صاحبؒ کے اولین سوانح نگار مولانا محمد رحیم بخش کے علاوہ شاہ صاحبؒ کے کسی سوانح نگار نے اس پہلو پر سیر حاصل گفتگو نہیں کی کہ جس سے شاہ صاحبؒ کے ادبی مقام و مرتبہ کو سمجھا جاسکے۔ مولانا محمد رحیم بخشؒ نے بھی شاہ صاحبؒ کے جن اشعار و قصائد کا ذکر کیا ہے ان کے مطابق:

''اگر آپؒ کے کلام کا متجسس نگاہوں سے تتبع کیا جائے تو ایک مختصر دیوان بن سکتا ہے۔''

اسی طرح مولانا محمد رحیم بخشؒ کے بقول ان کے پاس خطوط کا بھی بڑا ذخیرہ موجود تھا جس میں سے محض ادبی خطوط کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ بہر حال بتانا یہ مقصود ہے کہ شاہ صاحبؒ کے ان اشعار اور ادبی مکاتیب کے پہلے اور آخری راوی یہی رحیم بخشؒ ہیں۔ یقیناً ان کے پاس ایسے ماخذات رہے ہوں گے جو شاید بعد کے محققین کو میسر نہیں رہے۔ لیکن یہ کہنا بھی بعید از خیال نہیں کہ یہ رحیم بخش صاحب کی وہی مبالغہ آمیزی ہو جس کی مثالیں اس کتاب میں

جابجا ملتی ہیں۔ عام طور پر شاہ صاحبؒ کا مشہور قصیدہ "اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم" اور عربی کلام مرتبہ شاہ عبدالعزیز کے علاوہ آپؒ کی شاعری کا باقی مواد آپؒ کی کتب میں نہیں ملتا۔ بہرحال شاہ صاحبؒ کا کلام اور اس کا علمی وادبی مقام کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ اپنا تخلص امین کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی زیادہ تر شاعری فارسی میں ہے مگر کچھ قصائد عربی میں بھی ہیں۔ مثلاً آپ کا مشہور قصیدہ "اطیب النغم" دراصل عربی ہی میں ہے۔ اور اس میں آپ کی وضاحت اور عربی الفاظ کے چناؤ کا معیار دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے آپ نے تمام عمر صرف شاعری ہی کی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی شاعری جہاں تصوف وسلوک کا رنگ لیے ہوئے ہے وہیں آپ کے اشعار میں رسمی عاشقانہ خیالات بھی ملتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ کی شاعری کا ایک اور خاص وصف ان کے قافیہ بندی کا حسن ہے۔ جس کا مظاہرہ ان کی اس غزل میں دیکھا جاسکتا ہے۔

بزلفِ پیچ در پیچ کسے گم کردہ ام خود را   خروشِ در دلِ شبہا نمی کردم چہ می کردم

دل پرورد جان افگار یارِ تندخودارم   جہاں را پر زیاریہا نمی کردم چہ می کردم

غم تحصیل وبارِ شغل وردِ غزل می بیتم   جنون ترک منصبہا نمی کردم چہ می کردم

کسے بائل ہمیسازد کسے باگل ہمی بازد   اگر من یاد آں لبہا نمی کردم چہ می کردم

حجاب وصل مطلوب ست دل بستن طلبہا   امین گر ترک مطلبہا نمی کردم چہ می کردم

ذرا اس غزل کے قافیہ "نمی کردم چہ می کردم" پر نظر ڈالئے۔ اس کا ذاتی حسن تو اپنی جگہ لیکن اس میں شاعر نے جس طرح ہر چیز سے اپنے دامن کو بچایا ہے۔ وہ قابل دید ہے۔ بایں ہمہ یہ پوری غزل قرآن کریم کی آیت "وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی" کی تشریح ہے۔ پہلے شعر کو اگر عشق حقیقی کی نظر سے دیکھا جائے تو اس میں شاعر وحدۃ الوجود کی تشریح کرتا نظر آتا ہے۔ یعنی کسی کی پیچ در پیچ زلفوں میں شاعر نے خود کو گم کرلیا ہے۔ لیکن رات کے اندھیروں میں اس کے دل کے جوش وجذبہ کی جو حالت ہوتی ہے شاعر کہتا ہے وہ میں نہیں کرتا بلکہ اے میرے مالک! وہ تو تو ہی کرتا ہے۔

اس سے اگلے اشعار میں بھی خالق حقیقی سے یہ راز ونیاز جاری رہتا ہے۔ چوتھے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ اے اللہ! تو نے کسی کو کانٹے کی شکل دی اور کسی کو پھول بنایا ہے اور اگر میں نے ان لبوں سے تجھے یاد کیا یعنی تیرے ذکر کی جو توفیق مجھے ملی ہے یہ دراصل تیری ہی مہربانی وعنایت ہے۔ آخری شعر میں شاعر لب لباب کے طور پر اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے ملنا چاہتا ہوں کیونکہ میری اس خواہش سے میرا دل مظبوط ہوتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنی اس خواہش کے درمیان جو رکاوٹیں آجاتی ہیں ان کا الزام شاعر اپنے سر نہیں لیتا بلکہ کہتا ہے کہ اگر میں سستی کرتا ہوں تو

میرے مالک! تیری توجہ شاملِ حال ہو تو یہ رکاوٹیں بھی میری خواہش کو پورا ہونے سے نہیں روک سکتیں۔

اس غزل میں شاعر جس خوبی سے ہر چیز سے کنارہ کرتے نظر آتا ہے وہ اس کی حقیقی خوبصورتی ہے۔

شاہ صاحبؒ کی ایک دوسری غزل ملاحظہ فرمائیں:

دوائے دردِ من بر جمع اضداد تو بینازم ـــ نمک ریز دلِ مجروحِ من ہستی و مرہم ہم
جہان و جان فدائے وضع شوخ شہر آشوب ـــ قیامت می نمائی ودم عیسیٰ و مرہم ہم
توئی اول توئی آخر توئی ظاہر توئی باطن ـــ توئی مقصود اہلِ دل توئی مشتاق و ہمدم ہم
زیک منبع در ینجا مختلف فوارہ می جوشد ـــ مزاج حرص قارون زہد ابراہیم ادہم ہم
بخارے از زمین خیزد بباد جو درآمیزد ـــ گہے باران ریزان است گہے برف و شبنم ہم
کدامی طرفۂ نیرنگئے کاشانہ سرداری ـــ کہ عالم پائے کوب از دست عشقت گشت و آدم ہم

اس غزل کو "ہم" کے ردیف اور قافیے نے انتہائی باوقار اور خوبصورت بنا دیا ہے۔ ذرا یہ شعر ملاحظہ ہو:

توئی اول توئی آخر توئی ظاہر توئی باطن ـــ توئی مقصود اہلِ دل توئی مشتاق و ہمدم ہم

اسی شعر کو معمولی سے تغیر کے ساتھ علامہ محمد اقبالؒ نے بھی بیان کیا ہے۔ شعر یہ ہے:

نگاہِ عشق مستی میں وہی اول وہی آخر ـــ وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

ممکن ہے اقبالؒ نے اپنے اس شعر کا بنیادی تصور شاہ صاحبؒ کے اسی شعر سے لیا ہو۔ بنیادی طور پر یہ سورۃ الحشر کی آخری آیات کی تشریح ہے۔

اس سے اگلے شعر میں شاہ صاحبؒ پھر اپنے فلسفہ "وحدۃ الوجود" کی تشریح کرتے نظر آتے ہیں۔ یعنی شاہ صاحبؒ کے بقول ایک ہی جگہ سے مختلف انواع کے فوارے جوش مار رہے ہیں۔ خواہ وہ قارون کا حرص ہو یا پھر حضرت ابراہیم بن ادھم کا تقویٰ ہو سب ایک ہی جگہ سے ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ اسکی مزید تشریح کرتے ہوئے اگلے شعر میں فرماتے ہیں کہ جس طرح بنیادی طور پر ایک ہی جگہ سے ایک ہی طرح کے بخارات اٹھتے ہیں اور بادل کی شکل اختیار کر لیتے ہیں لیکن جب برستے ہیں تو کسی جگہ پر بارش کی شکل اختیار کرتے ہیں اور کسی جگہ برف اور شبنم کی شکل میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اس سے شاہ صاحبؒ کا یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مثال بھی ایسی ہی ہے کہ وہ ہر چیز میں ہے

حضرت شاہ صاحبؒ بنیادی طور پر صوفیانہ طبیعت کے مالک تھے اور ان کی طبیعت کا یہ رنگ ان کی دیگر کتب کی طرح ان کی شاعری میں بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ عشقِ حقیقی کے دوران سالک پر بیتنے والے حالات اور غیر یقینی کیفیات کو شاہ صاحبؒ نے انتہائی عمدہ پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ اس حوالے سے یہ غزل ملاحظہ فرمائیں:

من ندانم بادہ ام یا بادہ را پیمانہ ام ـــ عاشقِ شوریدہ ام یا عشقِ باجانانہ ام

جتلائے حیرتم جاں گویمت باجانِ جان اصطلاحِ شوق بسیارست ومن دیوانہ ام
باجمالِ زاتیش حُسنِ دگر درکار شد چشمِ او را سرمہ ام یا زلفِ او را شانہ ام
میل ہر عنصر بود سوئے مقرا صلیش جذبۂ اصل است ہر ہر شورشِ مستانہ ام
غافل از خود ماند از صورت چو پر شد آئینہ تاترا بشناختم جانا زخود بیگانہ ام
اے امینؔ بر مستیم نام تجدد تہمت ست در ازل پیش از زمان تعمیر شد میخانہ ام

اس غزل کے پہلے شعر کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیں اور لطف اٹھائیں۔

من ندانم بادہ ام یا بادہ را پیمانہ ام عاشق شوریدہ ام یا عشق باجانانہ ام

گویا شاعر عشقِ حقیقی کی مستی میں اس قدر محو ہے کہ وہ یہ تک نہیں جانتا کہ وہ خود شراب ہے یا شراب کا پیالہ ہے، پریشان حال عاشق ہے یا خود کسی کا عشق ہے۔ نیز شعر میں ''باجانانہ'' نے ایسا لطف وکیف پیدا کر دیا ہے کہ پڑھنے والا خود اس مستی کا حصہ بن جاتا ہے۔

شاعر صوفیاء کی اصطلاح ''مقامِ حیرت'' میں اس درجہ گم ہے کہ خود اس کو اپنا علم نہیں اور اسی کیفیت میں پکار اٹھتا ہے۔

جتلائے حیرتم جان گویمت باجانِ جان اصطلاحِ شوق بسیار ست ومن دیوانہ ام

اس کیفیت کو ایک اور شاعر نے کیا خوب بیان کیا ہے:

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہمیں بھی خود ہماری خبر نہیں آتی

ذاتِ حقیقی کے حُسن وجمال اور خوبصورتی کی کارفرمائیاں ہر طرف موجود ہیں اور شاعر کو ہر طرف اس کی تجلیات نظر آتی ہیں۔ لیکن چونکہ وہ ابھی مقامِ حیرت کی بھول بھلیوں میں گم ہے اس لئے کبھی خود کو اس کی آنکھ کا سُرمہ بتاتا ہے اور کبھی اس کی شانوں کی زلف سمجھ بیٹھتا ہے۔ مقصود اس کا اس سے یہ بتلانا ہے کہ میں اس ذاتِ حقیقی کے اس قدر قریب ہوں کہ ظاہراً اس میں اور مجھ میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ بقول شاعر ۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

لیکن منصور حلاج کی طرح ''انا الحق'' کا نعرہ بھی نہیں لگاتا بلکہ اس کی تشریح یوں کرتا ہے:

غافل از خود ماند از صورت چو پر شد آئینہ تاترا بشناختم جانا ز خود بیگانہ ام

گویا میں تو درحقیقت خود اپنی ذات کی معرفت سے بھی آگاہ نہ تھا اور آئینہ کی پرچھائی کی طرح تھا اور اس وقت تک اپنی ذات کی معرفت سے بیگانہ رہوں گا جب تک تیری ذات کی معرفت مجھے حاصل نہیں ہوتی۔ اور میری یہ ساری تگ ودو اسی لئے ہے کہ میں تیری ذات کی معرفت پا جاؤں۔ اس کے بعد شاعر اپنا رنگ بدلتا ہے اور کہتا ہے:

اے امین! بر مستیم نام تجدد تہمت ست در ازل پیش از زمان تعمیر شد میخانہ ام

یعنی لوگ ہماری اس کیفیت سرشاری کو تجدد کی تہمت سے آراستہ کرتے ہیں۔ حالانکہ میں نے تو اپنا میخانہ ازل سے بھی بہت پہلے تعمیر کر لیا تھا۔ یہاں ''ازل'' سے مطلب پورا ہو سکتا تھا لیکن ''پیش'' کا اضافہ کر کے اس میں مزید خوبصورتی اور معنویت پیدا کر دی ہے اور یہ شاہ صاحبؒ ہی کا کام تھا۔ شاہ صاحبؒ کی یہ غزل ان کے اعجاز بیان اور ایجاز بیان کو منہ بولتا ثبوت ہے۔

صوفیت کا یہی رنگ تھوڑے زیادہ گہرے اور عمیق انداز میں اس غزل میں بھی نظر آتا ہے۔ یہ غزل شاہ صاحبؒ نے امام غزالیؒ کی کسی غزل کی بیت اول کی شرح میں لکھی ہے۔ فرماتے ہیں:

نخستین بادہ کاندر جام کردند مزاجش عکس آن گلفام کردند

ہویدا شد در امکان صورت حق بآن صورت جہاں را رام کردند

شراب وحدت از خمخانۂ غیب مرا صبح ازل درکام کردند

چو غلطیدم ز مستیہا بہر سو حریفاں مستی از من دام کردند

حقیقت را کہ مستور از نظر بود بما مشہود خاص وعام کردند

پس آنکہ موج دریا باز گردید باتمام فنا اکرام کردند

امینؔ رمزے دقیقے باتو گویم بخود آغاز ونیز انجام کردند

شاہ صاحبؒ کی ایک اور غزل ملاحظہ فرمائیں:

ساقی کرمے کن کز ہوش خود افتم من یار خودم خود از دوش خود افتم

مثل بے جو شان کز خم بدر افتد جو شے زدہ بر خود از جوش خود افتم

از ہر بن موئم جوشد مئے دیگر از فرط تمائل ز آغوش خود افتم

زین تیر زبانے آزردہ دلم من خوش آنکہ زمانے خاموش خود افتم

یہ غزل مزاحفات بحر بسیط سے ہے اس کے ارکان چار بار مستفعلن ہے جو فارسی شاعری میں نہایت کمیاب ہے اکثر شعراء متقدمین کے کلام اس بحر سے خالی ہیں۔

شاہ صاحبؒ کی ایک اور خوبصورت غزل ملاحظہ فرمائیں:

ناگزیر تو منم اے بے نظیر رو مگر داں بعد ازیں از ناگزیر

من ترا مشفق ترم از صد پدر در من آویزد مرامحکم بگیر

غیر من گر با تو وابستہ بود آن دبالست وعذابست وسعیر

جان من در ہجر یار خود بسوخت من عذاب الہجر اجرنی یا مجیر
بے قرارم روز وشب بے روئے یار باز بنما روئے یارم یا قدیر
اندرونم بے حجابش تار شد کے شود یا رب بوصلش مستنیر
اے برادر بعد ازیں ہشیار باش فرق میکن درمیان شیر و شیر

شاہ صاحبؒ کی قافیہ بندی کی ایک اور شاہکار غزل ملاحظہ فرمائیں:

تا بکے محنت مہجوری وودری بکشم نازنین وطنم سوئے وطن باز روم
تا بکے ہمدمئے سنگ بود شیوۂ من گوہرے از عدنم سوئے عدن باز روم
تا بکے بستہ زنجیر تعلق باشم آہوئے از ختنم سوئے ختن بازروم
بوئے جان میر سدا ز بادِ یمن دردوجہان شاہ ملک مینم سوئے یمن باز روم

ایک اور غزل ملاحظہ فرمائیں:

دلے دارم زخود خالی حبابش میتواں گفتن درو کیفیت جوشِ شرابش میتواں گفتن
وجودِ بے نمود معنے تادیدنے دارد دریں نیرنگہائے بو کبابش میتواں گفتن
سویداء دل ما یابی اندر پیچ وتاب او نقوشِ عالم ام الکتابش میتواں گفتن
فرو پاشید ازہم کثرت موہوم چوں شبنم زفیض معنی ما آفتابش میتواں گفتن

ایک اور غزل ملاحظہ فرمائیں:

محبت نام جوشِ طبع ومیل نفس اگر باشد سر اہلِ محبت در دو عالم گاؤخر باشد
زنازک طبع غیر از خوبیہا نمے آید درخت بید را دیدیم دائم بے ثمر باشد
بوسعت مشربان رنگ تعلق در نمی گیرد اگر نقشے زنی برروئے دریا بے اثر باشد
صفائی طبع میخواہی زصحبت دامن اندرکش کہ آب دور از مردم ہمیشہ باصفا باشد

چند اشعار متفرق ملاحظہ فرمائیں:

فراغ یا فتم از حج وعمرہ چو احرام سر کوئے تو بستم
چو دیدم روئے زیبائے توجانا ز تشویش وجود خویش رفتم
بیا ساقی بدہ جامے شرابے کہ مخمور صبوحے والستم

مزاج صاف طبعان را بجز غربت نمی سازد کدر گرد دآب صاف چوں یکجا وطن گیرد

صفا با خبث باطن نیز گاہے جمع میگردد برو ہالوعہ راچوں در بنشیند تماشا کن

ہرزہ گردی مانع سوز دل است اے ہوشمند سیل تا بنشست یکجا باطنش صافی نہ شد

یہ تو تھیں شاہ صاحبؒ کی متفرق غزلیں اور اشعار اب تصوف وسلوک سے متعلق آپؒ کی رباعیات ملاحظہ ہو۔

علمے کہ نہ ماخوذ از مشکوٰۃ نبی است واللہ کہ سیرابی ازاں تشنہ لبی است
جائے کہ بود جلوۂ حق حاکم وقت تابع شدن حکم خود بو لہبی است

دانی کہ چہ بود نہج قدیم اے دلدار شغل دل تو ظاہر وباطن بایار
ایں را شوئی از درس عوارف عارف واں فن دگر یار بگیر از احرار

در مذہب ماہست ز اسبابِ غرور ذکرے کہ بود عاطل از انوار حضور
در حاشیۂ نفی شو از خلق نفور در جانب اثبات برو سوئے غفور

مستی وولہ شرط طریق افتاد ست بے مست شدن کار کسی نکشاد ست
در ذکرِ خفی جہر تخیل کردن شرط ست وزاوستاد طریقم یاد ست

خواہی کہ مئے صرف محبت نوشی باید کہ بتقلیل علائق کوشی
دل را ز خیالات جہاں صرف کنی چشم از صور جملہ عالم پوشی

در عشق تو از جملہ جہاں بگذشتم وزہر چہ بجز یاد تو زاں بگذشتم
مقصود من بندہ بجز وصلِ تو نیست اندر طلبت از دل وجان بگذشتم

دائم دل من پیش تو حاضر باشد چشم برخ خوب تو ناظر باشد
در مذہب ما شرک جلی ست وصریح گر سوئے دگر خطرۂ خاطر باشد

دانی چہ بود سہل کثیر البرکات در مشرب اہل دل وجود وعدمات
تحصیل عدم بدان یعنی مانع در نفی خواطر ورسد جہات

خوش آنکہ بانوار وضو رنگین ست زیرا کہ طہارت ز اصول دین ست
تنویر دل ونفی خواطر خواہی قوی ذریعہ وصولش این ست

تحصیل عدم اگر ندانی کردن باید نظر اہل فنا را جستن
این داءِ عضال را دوائے بہ ازین در حکمت اہل دل نخواہی دیدن

آنانکہ زاد ناس بہمی رستند بالمعۂ انوار قدم پیوستند
فیض قدس از ہمت ایشاں میجو دروازۂ فیض قدس ایشاں ہستند

آن ذات کہ از قید جہت بیرون ست از حیطۂ اسماء صفت بیرون ست
ہر مرتبہ زان ذات نشانے دارد ہر چند ز تعیین سمت بیرون ست

ہر مدرکہ شد مظہر آن یار عجیب ظاہر شد از صورتش آثار عجیب
در لوح دل از ثبت کنی صورت او پیدا شود از لوح دل اسرار عجیب

قومے بکتابت احرف موصوف جمعے بتلاوت اسماء معروف
شخصے کہ ازیں قوم قدم پیش نہاد گشت است بایں صورت ذہنی مشغوف

غزل کی شاعری میں ایک ناقد کو بہت سی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان میں سے ایک دقت اس پیرایۂ خاص کی دریافت ہے جو غزل کے اشعار میں یا تو برجستگی وندرت کا موجب بنتا ہے یا اس نکتۂ دانش کی معرفت ہے جو احوال وجذبات کے اندر سے پیدا ہوکر قاری کی جذباتی یا عملی رہنمائی کا باعث بنتا ہے۔ پیرایۂ خاص کی صورت میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ ایک موضوع یا مطلب کو اس طرح ادا کیا جائے کہ حقیقت کا کوئی نیا اور انوکھا پہلو سامنے آجائے یا محسوس ہو کہ کوئی نئی حقیقت بیان ہوئی ہے اور یہ ندرت اور انوکھا پن شاہ صاحبؒ کی شاعری میں ہمیں ملتا ہے۔ بعض عام سی باتوں کو شاہ صاحبؒ اس درجہ انوکھے اسلوب سے پیش کرتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس پہلو پر تو اس سے پہلے نظر ہی نہ تھی۔
اس کے علاوہ تصوف کی بعض اصطلاحات کو بھی شاہ صاحبؒ نے اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے اور بنیادی طور پر آپؒ کی شاعری وحدۃ الوجود کے گرد گھومتی ہے شاہ صاحب خود وحدۃ الوجود کے زبردست حامی تھے۔ اور ان کی تعلیمات کی بنیاد اسی فلسفہ پر ہے اور اس کو انہوں نے اپنی دیگر کتب کی طرح شاعری میں بھی بیان فرمایا ہے۔
یہ تو تھی شاہ صاحبؒ کی شاعری پر چند سطور اگر شاہ صاحبؒ کے عمومی ادبی ذوق پر گفتگو کی جائے اور شاہ صاحبؒ کی کتب اور مکاتیب سے ان کی مثالیں پیش کی جائیں اور وہ اصطلاحات والفاظ کا ذخیرہ جو شاہ صاحبؒ کی اختراع ہے کا جائزہ لیا جائے تو موضوع بہت طویل ہوجائے گا۔ سرِ دست اس کا موقع نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ اس پر بھی کام ہوگا۔

حضرت مولانا فیاض خان سواتی

اسلاف کے قیمتی اقوال وملفوظات

عقیدہ کیسا ہونا چاہیے؟:

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۷۶ھ کا قول......

وھا انا بری ء من کل مقالة صدرت مخالفة لاية من كتاب الله أو سنة قائمة عن رسول صلى الله عليه وسلم أو إجماع القرون المشهود لهابا لخير أو مات اختاره جمهور المجتهدين ومعظم سواد المسلمين فإن وقع شيء من ذلك فإنه خطاء رحم الله من أيقظنا من سنتنا أو نبهنا من غفلتنا. (حجۃ اللہ البالغہ ص ۹)

آگاہ رہو کہ میں بری اور بیزار ہوں ہر ایسی بات سے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی کسی آیت کی خلاف ہو یا سنت قائمہ کے خلاف ہو جو رسو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا ان زمانوں کے علما کے اجماع اور متفق علیہ خیالات کے خلاف ہو جن کے بارے میں بہتری کی خبر دی گئی ہے اور مسلمانوں کی سواد اعظم یا جس کو جمہور مجتہدین نے اختیار کیا ہو۔ اگر اس قسم کی کوئی چیز میری تصانیف وتحریرات وغیرہ میں آگئی ہو تو وہ غلط ہی قرار دی جائے گی۔ اللہ رحم فرمائے اس پر جو ہم کو ہماری اس کوتاہی کو بیدار کرے گا۔

اسلام صرف نام لینے کی چیز نہیں:

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ المتوفی ۱۳۷۷ھ کا قول:

اصل ترقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے اگر آپ دامن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑتے ہیں اور آپ کے اتباع سے منہ موڑتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ آپ سے نہیں ہے، وعدوں کا مدار ایمان اور عمل صالح ہے۔ اسلام صرف نام لینے کی چیز نہیں، عمل کرنے کی چیز ہے۔ اسلام پر عمل کیجئے، اسلام بھی محفوظ رہے گا اور آپ بھی زندہ ہو جائیں گے۔ (خطبات صدارت ص ۴۹۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل:

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ کا قول:

ہمیں جو کچھ فخر حاصل ہوا جو کچھ ہمارے پاس فخر باقی ہے وہ سب صدقہ ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ آپ کے دامن سے وابستہ ہونے کا اور آپ کے طور وطریق پر عمل کرنے کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی طفیل ہے کہ مسلمان جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں قليل مستضعفون في الارض فرمایا تھا یعنی قلیل کہ لوگ ان کو اس طرح اچک

ں جیسے بہ ۔۔۔ کیا کوا چک لیتا ہے۔ان کو عظیم الشان سلطنتیں بخشیں۔قلت کے بجائے ان کو کثرت سے نوازا،''نیویارک ٹمنر'' نے ایک مرتبہ لکھا تھا کہ پوری دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ستر کروڑ ہے اور میرا اندازہ ہے کہ مسلمانوں کی تعداد اسی کروڑ ہے۔بہرحال یہ نتیجہ تھا،آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا،آپ سے محبت کا اور آپ کی سنتوں پر عمل کرنے امگر افسوس آج محبت رسول اور محبت اسلام کے دعوے تو بہت ہیں مگر عمل کا یہ حال کہ ان کے طریقے اختیار کئے جارہے ں جو نہ صرف مسلمان بلکہ پورے اسلام کے دشمن ہیں۔(خطبات صدارت:ص ۴۹۷)

نچ برائیوں کے خریدار:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابلیس سے ملاقات ہوئی جو چار گدھوں پر سامان تجارت لادے جارہا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا،تو اس نے بتایا کہ میں سامانِ تجارت لے جارہا ہوں تاکہ خریداروں کو تلاش روں،حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا پہلے گدھے پر کیا لادرکھا ہے؟تو شیطان نے جواب دیا کہ بادشاہ۔حضرت یٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ دوسرے گدھے پر کیا لادرکھا ہے؟تو شیطان نے جواب دیا کہ علماء۔حضرت عیسیٰ علیہ سلام نے پوچھا کہ تیسرے گدھے پر کیا لادرکھا ہے؟تو شیطان نے جواب دیا کہ خیانت ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ اس کو کون خریدے گا؟تو شیطان نے جواب دیا کہ مکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ اس کو کون یدے گا؟تو شیطان نے جواب دیا کہ عورتیں۔ (المستطرف فی کل فن مستظرف ص ۵۲۲ عربی طبع بیروت لبنان)

ضان المبارک اور قرآن:

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ ہم نے قرآن کریم کو لیلۃ القدر میں نازل کیا ہے اور لیلۃ القدر رمضان ے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے۔اس لیے ماہِ رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے اس ماہ میں قرآنِ کریم کی اوت کثرت سے کی جاتی ہے تراویح میں بھی اور اس کے علاوہ بھی کیونکہ اس کا اجر وثواب بھی عام حالت کی بنسبت یادہ ہو جاتا ہے اگر عام حالات میں ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں تو رمضان المبارک میں بڑھ کر سات سو تک پہنچ تی ہیں اسی لئے رمضان المبارک میں کم از کم ایک قرآن کریم مکمل تراویح میں ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے۔حضرت جبر یل علیہ السلام بھی ہر سال رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرماتے تھے جب حضور صلی اللہ یہ وسلم کی زندگی کا آخری رمضان آیا تو اس میں دو مرتبہ دور کیا گیا۔

قرآن کریم اور رمضان کا روزہ یہ دونوں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انسان کی سفارش کریں گے رآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ آسمانی کتابوں میں ایک ایسی کتاب ہے جس کی حفاظت کا بیڑہ بھی خود لق کائنات نے اٹھایا ہے یہی وجہ ہے کہ اس وقت روئے زمین پر اس کے ایک کروڑ سے متجاوز حفاظ کرام قرآن کریم کو پنے سینوں کے نہاں خانوں میں محفوظ رکھے ہوئے ہیں جبکہ دیگر آسمانی کتابوں کا کوئی ایک حافظ بھی موجود نہیں ہے

، بلکہ وہ کتب بھی اصلی حالت میں ناپید ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی تلاوت اور اس میں غور وفکر اور تدبیر سے غفلت برتنے سے منع فرمایا ہے۔اور ارشاد فرمایا کہ جس دل کے اندر قرآن کریم کا کوئی حصہ موجود نہیں وہ ویران گھر کی مانند ہے اور فرمایا قرآن کریم مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے، قوموں کو رفعت اور بلندی سے نوازتا ہے۔نیز قرآن کریم مؤمنین کے لیے ظاہری وباطنی لحاظ سے شفا اور رحمت بھی ہے، چونکہ رب کریم نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود اٹھایا ہے جس کی وجہ سے یہ قیامت تک اصلی حالت میں ہی موجود رہے گا اور یہی وجہ ہے کہ اس کو ہر عمر کا آدمی بچہ ہو، نوجوان ہو یا بوڑھا بڑی آسانی سے یاد کر لیتا ہے جبکہ یہ خاصیت کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہے۔قرآن کے یاد اور اس کی تلاوت کرنے یا سننے سے اصلی مقصد اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔جس کی مثال قرون اولیٰ میں تو کثرت سے ملتی ہیں البتہ انحطاط کے دور میں قرآن کریم کے حفاظ بکثرت موجود ہیں لیکن اس پر عمل آٹے میں نمک کے برابر ہے لہٰذا اہلِ اسلام کو اس طرف بھرپور توجہ دینی چاہیے۔اور قرون اولیٰ کے ان لوگوں کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے جنہیں قرآن کریم کیساتھ غیر معمولی شغف اور تعلق تھا اور وہ کس کثرت سے اس کی تلاوت کرتے تھے اس کے حفظ کرنے کیساتھ ساتھ اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش بھی کرتے تھے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ مالٹا کی قید کے دوران قرآن کریم مکمل حفظ کر لیا تھا جبکہ اس وقت آپ کی عمر ۴۰ سے زائد تھی اس عمر میں حضرت کا حفظ کرنا قرآن کریم کے ساتھ والہانہ لگاؤ پر دلالت کرتا ہے ذیل میں رمضان المبارک اور قرآن کریم کے نزول کی مناسبت سے چند واقعات درج کئے گئے ہیں جنہیں پڑھ کر اہلِ ایمان کو سبق حاصل کرنا چاہیے اور قرآن کریم کے ساتھ اپنے تعلق کو استوار کرنا چاہیے۔

وقت کی قدر وقیمت:

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: دنیا میں جو وقت بھی مل جائے وہ نہایت غنیمت ہے اس کی قدر کرنی چاہیے اور اس کو ضائع نہ ہونے دینا چاہیے یہ زمانہ کھیتی کا ہے اس کا ہر ہر سیکنڈ ہیرے اور زمرد سے زیادہ قیمتی ہے جس قدر ہو اس کو ذکر الٰہی میں صرف کیجئے اتباع سنت کا ہمیشہ خیال رکھیئے یہی کمال ہے، یہی مطلوب ہے، یہی رضائے خداوندی کا موجب ہے۔(ملفوظات شیخ الاسلام حصہ اول ۷۸)

دعا کیوں قبول نہیں ہوتی:

ابوالعباس شمس الدین احمد بن ابی بکر بن خلکان رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۸۱ھ لکھتے ہیں: ابراہیم (بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ) بصرہ کے بازار سے گزرے تو لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے ان لوگوں نے کہا اے ابواسحاق (یہ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ہے) اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں فرمایا ہے "مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا" اور ہم ایک زمانہ سے دعا کر رہے ہیں اور ہماری دعا قبول نہیں کی جاتی تو ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا تمہارے دل دس چیزوں کی وجہ سے مر چکے ہیں۔

(۱) تم نے اللہ کو پہچانا لیکن تم نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔ (۲) تم نے قرآن پڑھا لیکن اس پر عمل نہیں کیا۔

(۳) تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کیا لیکن اس کی سنت کو تم نے چھوڑا۔

(۴) تم نے شیطان کی عداوت کا دعویٰ کیا لیکن تم نے اس کی موافقت کی۔

(۵) تم نے کہا کہ تم جنت سے محبت کرتے ہو لیکن اس کے لیے تم نے عمل نہیں کیا۔

(۶) تم نے کہا ہم آگ سے ڈرتے ہیں لیکن اپنے نفسوں کو تم اس کی طرف لے گئے۔

(۷) تم نے کہا موت حق ہے لیکن اس کے لیے تم نے کوئی تیاری نہیں کی۔

(۸) تم نے اپنے بھائیوں کے عیوب میں مشغول ہوئے لیکن اپنے عیوب کو تم نے بھلا دیا۔

(۹) تم نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کھایا لیکن ان نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کیا۔

(۱۰) تم نے اپنے مردوں کو دفن کیا لیکن ان سے تم نے عبرت حاصل نہیں کی۔

(ابن خلکان، وفیات الاعیان عربی ج اص ۴۴۲ طبع قم ایران)

جوش کے ساتھ ہوش بھی ضروری ہے:

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس زمانہ میں جب کہ مدینہ منورہ دارالاسلام ہوگیا تھا اور جہاد کی آیتیں نازل ہو چکی تھیں غزوہ بدر واحد ہو چکا تھا سورہ آل عمران نازل ہوتی ہے اور اس میں اخیر میں یہ آیت ہے لتبلون فی اموالکم وانفسکم (الآیۃ) (تم ضرور بالضرور اپنی جانوں اور مالوں کے متعلق آزمائش کیئے جاتے رہو گے اور تم ضرور بالضرور اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) اور مشرکین سے بہت زیادہ اذیت کی باتیں سنتے رہو گے اگر تم صبر کرو اور پرہیز گاری کرو تو یہ اعلیٰ ترین امور میں سے ہے) اگر یہ حکم صبر وتحمل کا اس وقت تھا تو آج کیا معنیٰ ہیں؟ صبر وتحمل استقلال اور عالی ہمتی سے کام لینا اور اسلام کے مضبوط کرنے میں لگے رہنا ہمارا اور آپ کا فریضہ ہے۔

جوش کو عمل میں لایئے بلکہ ہوش کو بھی ساتھ رکھیۓ آگے پیچھے بھی دیکھیۓ ماحول سے نظر نہ ہٹایئے۔

(ملفوظات شیخ الاسلام حصہ دوم ص ۱۵۸)

دعا کی قبولیت کے لیے چند شرائط:

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ نے فرمایا:

اول: یہ کہ انسان کا کھانا پینا پہننا وغیرہ سب حلال سے ہو۔

دوم: یہ کہ خلوص دل سے دعا کی جائے۔

سوم: یہ کہ دعا کی قبولیت کے بارے میں جلد بازی اور استعجال سے کام نہ لیا جائے۔

چہارم: یہ کہ دعا میں یقین اور عزم قوی سے کام لیا جائے۔

پانچویں: یہ کہ اوقات قبولیت، امکنہ قبولیت، احوال قبولیت کا لحاظ کیا جائے۔

چھٹے: یہ کہ دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جائے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھی جائے اور دعا بار بار کی جائے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کم سے کم تین مرتبہ عموماً دعا کے الفاظ استعمال فرماتے تھے۔

کبھی کبھی تمام شروط کی موجودگی میں بھی دعا مقبول نہیں ہوتی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ امت آپس میں نہ لڑے مگر دعا قبول نہ ہوئی اللہ تعالیٰ مختار ہے لا یسئل عما یفعل (الآیۃ) حکمت ہائے الٰہیہ اور پرورش ہائے ربانیہ متقاضی ہیں کہ انسانوں کی سب دعا قبول نہ کی جائیں ورنہ عالم تہہ وبالا ہو جائے گا اور انسانی دنیا کو انتہائی مشکلات پیش آجائیں گی۔ (ملفوظات شیخ الاسلام از ابوالحسن بارہ بنکوی فاضل دیوبند حصہ اول ص ۶۵)

کسر نفسی: علامہ شہاب الدین محمد بن ابی الفتح الابشیہی رحمۃ اللہ علیہ التوفی بعد ۸۵۰ لکھتے ہیں:

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا مجھے اس کا علم نہیں ہے کہ ان سے کہا گیا کہ آپ کو حیاء نہیں آتی (یعنی اتنے بڑے عالم ہو کر آپ کہتے ہیں کہ مجھے علم نہیں) تو انہوں نے جواباً فرمایا میں اس بات سے کیوں حیاء وشرم کروں جس سے فرشتوں نے بھی حیاء نہیں کیا جس وقت فرشتوں نے کہا لا علم لنا ہمیں علم نہیں۔ (المستطرف فی کل فن مستظرف عربی طبع بیروت ص ۲۵)

ایمان کی خوشبو: شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۱۳۷۷ھ نے فرمایا:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک طالب علم پڑھتا تھا جس سے آپ نے فرمایا کہ تمہارے کپڑوں سے بہترین خوشبو آتی ہے، ہم نے اس قسم کا عطر کبھی نہیں دیکھا، اس نے جواب دیا کہ حضرت میں دھویا تو بہت...... شاید کچھ حصہ رہ گیا جس کی بدبو آپ کو آرہی ہے، واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک بیگم نے خط پڑھوانے کے بہانے اس طالب علم کو محل بلوایا، محل میں پہنچنے پر اس سے زنا کی خواہش ظاہر کی، طالب علم نے اپنے تمام بدن کو پاخانے سے ملوث کر لیا، بیگم نے پاگل سمجھ کر محل سے نکال دیا، وہ دریائے جمنا میں نہا کر دوسرے روز حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ سنایا، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ خوشبو تیرے ایمان کی ہے۔ (تقریر ترمذی ص ۸۳)

نجات کا راستہ علم اور اہل علم سے محبت:

الامام ابومحمد عبداللہ بن عبدالحکم المالکی المصری رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۲۱۴ھ رقمطراز ہیں:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر تم سے ہو سکے تو عالم بنو، یہ نہ ہو تو متعلم بنو، یہ نہ ہو تو علماء سے محبت ہی رکھو، یہ بھی نہ ہو تو کم از کم ان سے بغض تو نہ رکھو، فرمایا جس نے اس نصیحت کو قبول کر لیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے نجات کا کوئی راستہ نکال ہی دے گا۔ (سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مترجم ص ۱۴۶)

بزدلی اور کم ہمتی کی علامت: حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

یہ بزدلی اور کم ہمتی کی بات ہے کہ انسان میدان عمل میں کودنے اور جدوجہد کرنے سے جان چرائے اور تقدیر الٰہی کا بہانہ بنائے۔ (ملفوظات حصہ اول ص ۸۰)

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ: مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۴۲۲ھ لکھتے ہیں:

ایک بار آپ (مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۴۶ھ) ٹونک تشریف لے گئے اور بندہ ہمراہ تھا چند اہل حدیث ملنے آئے اور ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مصافحہ میں حسب عادت دونوں ہاتھ بڑھائے اور مسکرا کر فرمایا کہ مصافحہ اس طرح سے ہونا چاہیے، وہ بولے حدیث میں ہے صحابی کہتے ہیں وکان یدی فی یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں تھا۔ آپ نے بے ساختہ فرمایا، پھر متبع سنت ہم ہوئے یا تم؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے صحابی کے اتباع کی ضرورت؟۔ (تذکرۃ الخلیل رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۹۸)

علم کی حقیقت واصلیت: امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۲۸ھ رقمطراز ہیں:

حضرت معاذ بن جبلؓ نے علم کی حقیقت واصلیت سے اس طرح روشناس کرایا ہے: ''علم کو اپنے اوپر لازم پکڑو کیوں کہ اس علم کا طلب کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت ہے اور اس علم کا پہنچانا خشیت یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے اور علم سے بحث کرنا جہاد ہے اور اس علم کو کسی ایسے شخص کو پڑھانا جو اس کو نہیں جانتا صدقہ ہے اور اس علم کا باہم مذاکرہ کرنا تسبیح ہے اور اسی علم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی وعظمت اور اس کی توحید کو معلوم کیا جا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس علم کے ذریعہ بہت سی اقوام کو بلند کر دیتا ہے اور ان کو دوسرے لوگوں کے لیے قائد اور پیشوا بنا دیتا ہے اور لوگ ان کے ساتھ ہدایت پاتے ہیں اور ان کی رائے کی طرف رجوع کرتے ہیں''۔ (فتاویٰ کبریٰ للامام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عربی ج ۱ ص ۳۹)

ہر روز رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت: حبیب بن فدیکؓ کے باپ کی آنکھوں میں ایک سفید داغ پڑ گیا تھا اور بالکل اندھے ہو گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر دم کیا تو اسی وقت ان کی آنکھوں میں بینائی آگئی (بیہقی، طبرانی، ابن ابی شیبہ) راوی کہتے ہیں میں نے انہیں اسی برس کی عمر میں سوئی میں ڈورا ڈالتے ہوئے دیکھا

(تذکرۃ الحبیب تسہیل نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۲۱۱)

اصول دعا: الامام ابی القاسم عبدالکریم ابن ہوازن القشیری النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسی علیہ السلام کا ایک آدمی پر گزر ہوا جو بڑے خشوع خضوع سے دعا مانگ رہا تھا، موسی علیہ السلام نے کہا اے پروردگار اگر اسکی حالت پورا کرنا میرے اختیار میں ہوتا تو میں پورا کر دیتا، اللہ تعالی نے موسی علیہ اسلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میں تجھ سے زیادہ اس پر رحم کھاتا ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مجھ سے دعا مانگ رہا ہے اور اسکا دل بھیڑ اور بکریوں کے ریور میں متوجہ ہے اور میں ایسے بندے کی دعا قبول نہیں کرتا جو دعا تو مجھ سے مانگ رہا ہو لیکن اس کا دل میرے علاوہ کسی اور میں متوجہ ہو، موسی علیہ السلام نے اس بات کا ذکر اس دعا مانگنے والے آدمی سے کیا تو اس نے اپنا دل ہمہ تن اللہ تعالی کی طرف متوجہ کر دیا تو اس کی حاجت پوری کر دی گئی۔ (الرسالۃ القشیریہ عربی تبع مصر ص ۱۳۲)

بیمار دلوں کا علاج: زین القضاۃ احمد بن محمد الحجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے پانچ چیزیں ایسی ہیں جو دل کی تمام بیماریوں کے لئے بمنزلہ دوا کے ہیں وہ یہ ہیں ...... (۱) نیک لوگوں کی ہمنشیں ۔(۲) قرآن کا پڑھنا۔(۳) پیٹ کا خالی رکھنا۔ (۴) نماز تہجد کی ادائیگی۔ (۵) نالہ سحر گاہی (تازیانے ترجمہ المنبہات الاسعاد لیوم المعاد ص ۱۲۷)

تین خواہشوں کی تکمیل: حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ فرماتے ہیں ...... "سلطان محمود غزنویؒ کی تین باتوں سے متعلق شک تھا ...... (۱) ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت ہیں لیکن سب سے افضل کون سا کام ہے؟

(۲) دوسرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاتی ہے؟

(۳) تیسری میں اپنے والد امیر ناصر الدین سبکتگین کے ساتھ جو میری نسبت ہے آیا وہ صحیح ہے یا نہیں؟

ایک دن سلطان مرحوم سونے کا شمع دان لئے ہوئے محل سے نکلا، سلطان نے دیکھا کہ ایک طالب علم محل کے سوراخ سے شاہی شمع دان کی روشنی سے کتاب کی عبارت یاد کر رہا ہے، سلطان کا دل بڑا متاثر ہوا اور شاہی شمع دان درگاہ کو دے دیا، اسی شب کو جناب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ فرما رہے ہیں! یا ابن امیر سبکتگین !اعزک اللہ فی الدارین کما اعززت ورثتی ۔اے ناصر الدین امیر سبکتگین کے لڑکے خدا تجھ کو دونوں جہانوں کی عزت دے جیسے تو نے میرے وارث کو عزت دی، اس خواب سے سلطان مرحوم کی تینوں خواہش پوری ہو گئی اور والد سے صحیح نسبت کی تصدیق بھی ہو گئی۔ (انور بہلویہ ص ۲۸۸)

خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کی تین جامع نصیحت:

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ المتوفی ۱۰۵۲ھ رقمطراز ہیں ......

شیخ الاسلام بہاؤالدین ابو محمد زکریا الملتانی القرشی الاسدی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۶۱ھ) نے اپنے مریدین کے لیے اپنے ایک رسالے میں لکھا ہے۔

(۱) "سلامۃ الجسد فی قلۃ الطعام" جسم کی سلامتی کم کھانے میں ہے۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۴۹ پر)

پروفیسر داور خان داؤد *

فکر خوشحال خان خٹک، دین اسلام کی روشنی میں

پشتو کے عظیم کلاسیکی شاعر وادیب اور ہر دلعزیز شخصیت خوشحال خان خٹک (۱۰۲۲ھ/۱۶۱۱ء) سلطنت مغلیہ کے عہد جہانگیری میں شہباز خان کے ہاں موضع اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ، صوبہ سرحد، میں پیدا ہوا۔ وہ ایک کثیر التصانیف مصنف تھا۔ اس کی شخصیت مجموعۂ اضداد ہے لیکن علاوہ دیگر متعدد حیثیتوں اور صلاحیتوں کے وہ دین اسلام کا والہ وشیدا اور مفسر ومتبصر بھی تھا۔

خوشحال خان ایک مرد دانا وبینا تھا۔ صاحب سیف وقلم تھا۔ حکیم نکتہ دان اور مرد مؤمن تھا۔ اسے علوم متداولہ پر کامل عبور حاصل تھا۔ عالم فاضل شخص تھا، تاریخ دان تھا۔ اس نے اسلامی تعلیمات اور اسلامی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ فراست وذکاوت اتنی زیادہ تھی کہ اس کا کوئی مثیل نہ تھا اور ان سب باتوں پر مستزاد یہ کہ وہ راز دانِ حیات تھا اور فطرت انسانی کا گہرا مطالعہ رکھتا تھا۔

یہ حقیقت خوشحال خان کے کلام وپیغام اور تصانیف سے اظہر من الشمس ہے کہ وہ عربی اور فارسی کا عالم تھا اور علم دین ومذہب سے کماحقہ واقفیت رکھتا تھا۔ وہ اہل سنت والجماعت اور حنفی المذہب تھا۔ احادیث، فقہ، علم الکلام، منطق، فلسفہ، ادب الغرض علم کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کا اس نے اچھا خاصا مطالعہ نہ کیا ہو۔ وہ اسلامی تعلیمات کا شارح ہے اور ایسی کسی بات کا روادار نہیں جو شرعی احکام کے خلاف ہو۔ خوشحال ایک ہمہ گو اور ہمہ دان مفکر اور دانشور تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا اسے برملا اور بلا کم وکاست بیان کیا ہے۔ علامہ اقبال نے جاوید نامہ کے مندرجہ ذیل تین اشعار میں اس کی اس خاصیت وصفت کو نہایت ہی جامع اور واضح طور پر بیان کیا ہے۔

خوش سرود آں شاعر افغاں شناس   آنکہ بیند باز گوید بے ہراس
آن حکیم ملت افغانیان   آن طبیب علت افغانیان
راز قومے دید و بے باکانہ گفت   حرف حق بہ شوخی رندانہ گفت (۱)

خوشحال نے اپنے کلیات میں جو ہزاروں اشعار پر مشتمل ہے، علامہ اقبالؒ کی مانند اسلام کے مختلف

---

* موضع لنڈی ارباب، پشاور

پہلوؤں کی تشریح کی ہے۔ اس نے اور بھی متعدد کتب لکھی ہیں جن میں اسلامی نظریے کو حتی المقدور بے نقاب کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ مشہور مستشرق میجر راورٹی کی تحقیق کی رو سے اس نے تقریباً ڈھائی سو کتابیں لکھیں‘ لیکن جو کتب تا حال دستیاب ہوئی ہیں ان کی تعداد پندرہ کے لگ بھگ ہے۔ تاہم اس سلسلے میں تحقیق جاری ہے۔ اس کی دستیاب تصانیف میں تراجم بھی شامل ہیں جو دین اسلام سے والہانہ محبت وعقیدت کے زیر اثر کیے گئے ہیں۔ ان میں اخلاقنامہ، ہدایہ، آئینہ اور نام حق شامل ہیں۔ خوشحال خان ایک اعلیٰ پائے کا مترجم تھا۔ اس نے عربی اور فارسی کے بلند پایہ تصانیف کو پشتو کا جامہ پہنایا۔ ذیل میں ان کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

اس کا اخلاقنامہ حسین واعظ کاشفی کی مشہور ومعروف فارسی تصنیف اخلاق محسنی کا منظوم پشتو ترجمہ ہے۔ اخلاق محسنی میں جو کہ چالیس ابواب پر مشتمل ہے، متعدد اخلاقی وعرفانی مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں جنہیں حکایات کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کا انداز عالمانہ اور زبان مشکل ہے۔ تاہم جیسا کہ معلوم ہے اخلاق نامہ اور اخلاق محسنی دونوں میں چنداں فرق نہیں۔

ہدایہ فقہ اسلامی کی مشہور کتاب ہے جو کہ عربی سے پشتو میں ھدایہ ہی کے نام سے ترجمہ ہوئی۔ اسی طرح آئینہ بھی فقہ اسلامی ہی کی ایک کتاب ہے جو عربی سے پشتو میں آئینہ ہی کے نام سے ترجمہ ہوئی۔ نام حق خوشحال کا فارسی کی مشہور منظوم مذہبی کتاب پنج گنج کا پشتو ترجمہ ہے جو نہایت آسان اور دلنشین انداز میں کیا گیا ہے تا کہ قاری کو اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں کوئی دشواری نہ پیش آئے۔

فضل نامہ خوشحال خان کی بحر خفیف میں لکھی ہوئی مثنوی ہے جو مذہبی اور فقہی مسائل پر مشتمل ہے۔ اس میں شریعت کے جملہ مسائل واحکام واضح اور دلنشین انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ اسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ خوشحال خان اسلام کی جزئیات اور تفصیلات سے کتنا زیادہ واقف تھا۔ زیر بحث کتاب کے مقدمہ میں میر رحمٰن غازی اس کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں:

> فضل نامہ میں اسلامی شریعت کے احکام اور اسرار و رموز زیر بحث لائے گئے ہیں۔ خوشحال خان دیگر اسلامی فلاسفروں کی مانند اسلامی تعلیمات کو تکمیل انسانیت کا واحد ذریعہ گردانتا ہے۔ چونکہ وہ خود ایک نظریاتی صوفی اور کامل انسان تھا، معرفت کے بلند وارفع مقام پر فائز تھا، جملہ درجات تصوف سے کما حقہ واقف تھا اور عقیدے کے رو سے سنی مسلمان تھا، لہذا اس کی جملہ تصانیف کا بنیادی تصور ومقصد مسلمانوں اور بطور خاص پشتونوں میں اسلامی طرز زندگی کو فروغ دینا اور اسلامی علم وحکمت اور فلسفے کی تشہیر کرنا تھا۔ (۲)

بقول پروفیسر ڈاکٹر عبدالستار لواغر کے مطابق: ”جو شخص خوشحال خان کے فضل نامہ کا بہ نظر غائر مطالعہ کرے گا

اسے فقہی مسائل کے سلسلے میں کسی عالم و فاضل سے رجوع کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔''

خوشحال خان عالم اسلام میں قرون اولیٰ کے بعد وہ پہلا مفکر ہے جس نے پشتو زبان میں رو بہ زوال انسانیت کو اسلامی قواعد و اصول کے مطابق ترقی اور سربلندی کا سرمدی پیغام سنایا اور یوں بنی نوع انسان پر ایک عظیم احسان کیا۔ فرماتے ہیں: (ترجمہ)

شریعت درخت کی جڑ ہے جب کہ طریقت اس کی شاخ
حقیقت درخت کے پتے ہیں جب کہ معرفت پھل اور پھول

میر عبدالصمد خان اپنی تصنیف میں خوشحال خان کی جامع الصفات اور جامع الکمالات شخصیت کو یوں بے نقاب کرتے اور خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

خوشحال خان خٹک مسلمانوں کے زوال پذیر خود مختار دور میں اور سرسید احمد خان اور علامہ اقبال برصغیر میں مسلمانوں کے عہد محکومی میں ہماری نشاۃ ثانیہ کے بے مثل رہنما رہے ہیں۔ مغربی ممالک میں بھی ان کے مثیل شاید آسانی کیساتھ نہ مل سکیں لیکن ہم نے خوشحال خان خٹک کو بس ایک جنگجو اور حریت پسند انسان کی حیثیت سے تھوڑا بہت پہچانا' سرسید کو علیگڑھ میں کالج کا بانی یا زیادہ سے زیادہ مسلمانوں میں جدید مغربی علوم کا شوق پیدا کرنے والا سمجھا اور علامہ اقبال کو اسلام اور مسلمانوں سے بہت زیادہ محبت کرنے والا اور اسکے ساتھ برصغیر کے ایک خطے میں مسلمانوں کے جداگانہ حکومت کے تصور اور مشن کا علمبردار سمجھا۔ (۳)

خوشحال خان نے جو ہمارے ان دونوں فکری رہنماؤں کا پیشرو تھا، وہ سب کچھ بتایا تھا جو سرسید نے نثر میں اور علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے بتایا۔ گویا خوشحال خان خٹک فقط ایک جنگجو اور شاعر نہ تھا بلکہ اس نے زندگی کا بھرپور فلسفہ بھی پیش کیا۔

اسی طرح سے سید جمال الدین افغانی مسلمانوں کے صرف اتحاد و یگانگت کے علمبردار نہ تھے، بلکہ وہ ہمارے فکر و عمل میں بھی انقلاب لانا چاہتے تھے۔ اسی طرح دیگر متعدد اسلامی شخصیات اور مشاہیر کی بھی ہم نے فقط ظاہری زندگی تک رسائی حاصل کی ہے اور ان کی باطنی زندگی ہماری آنکھوں سے اوجھل رہی ہے۔

خوشحال خان ایک عالم و فاضل شخص ہونے کے ناتے علم کی تعریف و توصیف ایسے دلکش، دلنشین اور پرکشش انداز میں کرتا ہے کہ قاری اسے پڑھ کر کبھی بھی علم سے بے اعتنا نہیں رہ سکتا، مثلاً

ترجمہ: جملہ علوم عبادت ہیں اس کا ادا کرنا باعث سعادت ہے

خوشحال خان کی رومانی اور ملی شاعری کی مانند اس کی اخلاقی شاعری بھی بڑی جامع ہے۔ اخلاقیات کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو اس نے نظر انداز کیا ہو۔ عمل، جدوجہد، ننگ و ناموس، وفاداری و شجاعت اور آزادی وغیرہ

کو اس کی اخلاقی شاعری اور اخلاقی ادب میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ غرضیکہ اس نے ہر اخلاقی خوبی اور برائی پر روشنی ڈالی ہے۔

مابعد الطبیعیات کا بھی انسان کی عملی زندگی سے گہرا تعلق ہے جس میں خیر و شر اور جبر و قدر کے مسائل شامل ہیں۔ دین اسلام میں بیشک تمام اختیار کا مالک اللہ تبارک تعالیٰ ہی ہے۔ اس عقیدے کا اظہار خوشحال خان نے اس شعر میں یوں کیا ہے:

ترجمہ: اے دانا! اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دے رکھا ہے باوجودیکہ وہ ہر کام میں اپنی ہی کیا کرتا ہے

اس رباعی میں تکبر اور عاجزی کے فرق کو کس مؤثر اور مختصر انداز میں اجاگر کیا گیا ہے:

ترجمہ: عاجزی میں عظمت ہے، اگر تمہیں اس کا علم ہو۔ تکبر میں پستی ہے اگر تمہیں اس کا مشاہدہ ہو۔ اس جہاں میں ہر چیز سے بدتر خود پرستی ہے، اگر تمہیں اس کا فہم و ادراک ہو۔

باز میں اسلامی فقر کی جملہ خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ علامہ اقبال نے باز کی جو صفات اپنی نظموں میں بیان کی ہیں، ان کا ذکر خوشحال خان نے بھی اپنے اشعار میں کیا ہے، جہاں اس نے علامت، تشبیہ، استعارہ، اشارہ و کنایہ کا روپ دھار لیا ہے۔ خوشحال خان باز کے شکار کا دلدادہ تھا۔ سیر و سیاحت کا شوقین تھا۔ اس کی مشہور تصنیف باز نامہ میں باز کی اقسام، رنگ و نسل، امراض، علاج معالجے وغیرہ کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔ وہ اپنے اس شوق کا اظہار اپنے ایک مشہور شعر میں یوں کرتا ہے۔

ترجمہ: مجھے شکار، کتاب اور حسینوں سے دلی لگاؤ ہے۔

دنیا میں میرے ان تین مشاغل میں کبھی بھی تبدیلی رونما نہیں ہوئی ہے۔

چونکہ اخلاقیات ہمارے اکثر و بیشتر کلاسیکی شعرا کا ایک مشترکہ موضوع رہا ہے؛ لہٰذا خوشحال خان نے اپنے کلام میں روایت اور قدامت کے زیر اثر ایک جامع اخلاقی نظام وضع کیا ہے۔ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اخلاقی ادب عرفانی ادب کا جزو لاینفک ہے۔ اس سلسلے میں ایک صوفی عالم کہتے ہیں: التصوف حسن الخلق (تصوف نیک اور اعلیٰ اخلاق کا نام ہے) لہٰذا ہمارے بیشتر کلاسیکی شعرا روایتی اور نظریاتی صوفی بھی ہیں لیکن خوشحال خان وہ واحد شاعر ہے جو عجمی تصوف کے برعکس اسلامی تصوف کا گہرا درک رکھتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے اشعار میں جابجا اسلامی تصوف پر بھرپور انداز سے روشنی ڈالی ہے۔ پشتو کے معروف مفکر اور دانشور نیز خوشحال خان کے شارح اور محقق و مؤلف دوست محمد خان کامل اس کی اسلامی تصوف سے واقفیت کے ضمن میں یوں رقمطراز ہیں:

اگرچہ خان علیین مکان صوفی اور صاحب حال شخص نہ تھا مگر وہ ایک عالم شخص تھا اور نہ صرف اس کے کلام سے صوفی ادب کے مطالعہ اور اس سے اچھی خاصی واقفیت کا پتہ چلتا ہے بلکہ جیسا کہ ہم اس کے حالات

میں پڑھ چکے ہیں اسے صوفیہ و اولیا سے عقیدت کے علاوہ روہ (پشاور) کے ایک بہت بڑے ولی اللہ شیخ رحمکارؒ کے علاوہ اپنے زمانے کے یگانہ روزگار عالم و مصنف حضرت مولانا عبدالحکیم کا شرف صحبت اور حضرت شاہ اویس صدیقی ملتانیؒ سے تلمذ بھی حاصل تھا۔ چنانچہ کچھ تو تبحر علمی اور وسعت مطالعہ اور کچھ ان تعلقات کی وجہ سے ہمیں خان کے کلام میں صوفیانہ مذاق کی بہت سی بلند پایہ نظمیں اور اشعار کافی تعداد میں ملتے ہیں۔ (۴)

خوشحال خان نے اپنے کلام میں اسلامی تصوف کے دقیق سے دقیق مسائل بیان کیے ہیں۔ ان میں ایک صوفیہ و اولیا کا مقام حیرت ہے جس کی تشریح وہ یوں کرتا ہے: (ترجمہ) جہاں ایک کٹورے کی مانند ہے اور میری مثال ایک چیونٹی کی سی ہے۔ میں حیرت میں ڈوبا ہوا اس سے نکلنے کی تگ و دو میں ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہوں۔

اور وہ انسان کی عظمت اور فضیلت ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

ترجمہ: جہان معدودے چند نہیں
لیکن اے نادان تم اس کو دیکھنے کے متحمل نہیں
دیکھ! کتنی ایسی زمینیں ہیں
اور کتنے اس جیسے آسمان
یہ تمام تمہارے دل میں سموئے گئے ہیں
اے عرش سے عظیم تر اور بلند تر انسان!

اس کی نظموں کا ایک وافر حصہ حمد و ثنا، مناجات، نعت رسول مقبول ﷺ اور حب اہل بیت پر مشتمل ہے۔ اسکے کلام میں نعتیہ قصائد، غزلیات، قطعات اور رباعیات بھی موجود ہیں۔ مشرقی شاعری میں حمد و دعا، مناجات، نعت اور منقبت کو بطور خاص اولیت اور اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جو مسلمانان عالم کیلئے باعث صد فخر و افتخار ہے۔

پشتو شاعری خصوصاً خوشحال خان خٹک کے کلیات میں مذہبی شاعری کی ان اصناف کے نادر نمونے ملتے ہیں۔

خوشحال خان ایک مرد مومن تھا۔ فکر و عمل دونوں کے لحاظ سے سچا مسلمان تھا۔ وہ رسول پاک ﷺ کا سچا فدائی، اصحاب رسول کا مداح، اہل بیتؓ کا شیدائی اور خلفائے راشدین کا پیروکار اور بہادران اسلام کا والہ و شیدا تھا۔ لہذا اس کی حمدیہ اور نعتیہ نظمیں بھی اسلام سے والہانہ محبت کی امین ہیں۔ اس کی ایک مشہور اور طویل حمدیہ اور دعائیہ غزل نما نظم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو مؤثر انداز سے اجاگر کیا گیا ہے جس کا مطلع درج ذیل ہے: ترجمہ: اے میرے واحد لاشریک خدا! میں تم سے مدد کا خواستگار ہوں اگر تمہاری مدد میرے شامل حال رہی تو میرے جملہ کام برائی سے پاک و صاف ہوں گے۔ (۵)

اسی طرح سے ایک طویل نعتیہ قصیدے میں حضور کی عظمت اور فضیلت کو انتہائی مؤثر انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ مطلع ہے: ترجمہ: مجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت حضور کی معرفت کے طفیل حاصل ہوئی۔ محمد ﷺ بھی پاک ہیں اور محمد ﷺ کا خدا بھی۔ (۶)

اوران اشعار نے نعت اور منقبت کو کس خوب صورت انداز سے اپنے دامن میں سمویا ہے:

ترجمہ: اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت درکار ہو تو محمدؐ اور علیؓ کی پیروی کرو، آل علیؓ کی مدح میں جنت ہے، خوشحال کو اس بات پر اطمینان ہے۔

خوشحال خان مذہبی تعصب سے پاک ایک سچا مسلمان تھا۔ وہ خود بہادر و دلیر تھا اس لیے اسے بہادروں اور جنگجوؤں سے از حد محبت اور عقیدت تھی۔ تاریخ گواہ ہے کہ خانوادۂ نبوت کا ہر فرد بہادری، جانبازی اور جانثاری میں اپنی مثال آپ تھا۔ مزید برآں حضرت علیؓ بہادری اور جانبازی میں لاثانی تھے۔ خوشحال خان بھی صاحبِ سیف وقلم تھا۔ اسی لیے وہ صاحب ذوالفقار شیر خدا حضرت علیؓ سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ خوشحال کا عقیدہ ہے کہ اگر حضرت علی - کی محبت میں کوئی موت سے ہم آغوش ہوا تو وہ بخشا گیا ہے، یعنی وہ دوزخ کی آگ سے محفوظ رہا اور جنت اس کی میراث ہے۔

خوشحال خان کے حسب ذیل اشعار بھی حب اہل بیتؓ کے ضمن میں پیش کیے جاتے ہیں:

ترجمہ: جس کی بدولت پاک اور ناپاک دونوں بخشے جائیں گے
وہ سوائے صاحب لولاک کے اور کوئی نہیں
میں اس کے بلالؓ اور ہلالؓ کے صدقے جاؤں
میں صدق دل سے اپنے آپ کو ان کے پاؤں کی خاک سمجھتا ہوں
میں سلمانؓ اور بوذرؓ کے در کا بھکاری ہوں
اور میری زندگی ان کی محبت سے وابستہ ہے
ان (حضرت علیؓ) کی ذوالفقار تو دو زبانوں والا اژدہا تھا
جس کی خوراک دشمنان دین تھے
اگر ان کے لشکر کے سوار تعداد میں کثیر ہیں
تو میں بھی دلدل سوار کے دین کا فتراک ہوں
اس نے خیبر پر ایسا زوردار حملہ کیا
کہ اسے بنیادوں ہی سے اکھاڑ ڈالا

محمد ﷺ علم کے شہر تھے تو یہ (حضرت علیؓ) علم کا دروازہ
خوشحال خان ان کے قنبر (۷) پر فدا اور قربان ہو (۸)

خوشحال خان شیر خدا حضرت علیؓ کی شجاعت کا زبردست مداح تھا۔ وہ رستم جیسے شہ زور کو بھی انکے ذوالفقار کے مقابلے میں ہیچ خیال کرتا ہے: ترجمہ: جس کے ذوالفقار کو قصوں کہانیوں میں یاد کیا گیا اس کے مقابلے میں رستم کی بہادری کی باتیں بے فائدہ ثابت ہوئیں۔

ہر دور کی شاعری اس عہد کے فکری رجحان کی نمائندہ اور شعور عصر کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ لہٰذا جتنا شعور ابھرتا ہے اتنی ہی حقیقت کربلا بھی واضح ہوتی جاتی ہے' جیسے کہ جوش ملیح آبادی نے کہا تھا:

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؓ

اگر چہ مقالہ نگاروں نے اپنے مضامین اور مقالوں میں زیر بحث موضوع پر خوشحال کے تصور عشق کے ضمن میں ایک ضمنی اور ذیلی موضوع کے تحت کافی روشنی ڈالی ہے لیکن موضوع ہذا پر ایک مکمل اور جامع کتاب لکھنے کا شرف کسی کو بھی تا حال حاصل نہیں ہوا۔

الغرض دین اسلام کا یہ والہ وشیدا خوشحال خان خٹک ۱۱۰۰ھ بمطابق ۱۶۸۹ء میں ۷۸ سال کی عمر میں اس دار فانی سے رخصت ہوا اور اپنی جائے پیدائش یعنی اکوڑہ خٹک سے چند کلومیٹر دور جانب جنوب موضع ایسوڑی بالا میں سپرد خاک ہوا۔

علامہ اقبال نے خوشحال خان خٹک کی وصیت کو یوں اردو نظم کا جامہ پہنایا:

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم کہ ہو نام افغانیوں کا بلند
محبت مجھے ان جوانوں سے ہے ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند
مغل سے کسی طرح کمتر نہیں کہستان کا یہ بچۂ ارجمند
کہوں تجھ سے اے ہمنشیں دل کی بات وہ مدفن ہے خوشحال خان کو پسند
اڑا کر نہ لائے جہاں باد کوہ مغل شہسواروں کی گرد سمند (۱۰)

......حواشی......

(۱) کلیات اقبال (فارسی) اقبال اکادمی' کراچی' ص ۳۰۱۔ (۲) فضل نامہ، مرتبہ محمد عبدالشکور، مقدمہ از میر عبدالرحمٰن غازی، ۱۹۵۱ء، ص ۲ (۳) تعلیمات خوشحال، از میر عبدالصمد خان، دار الادب، پشاور، ۱۹۸۳ء، ص ۸۷
(۴) خوشحال خان خٹک، از دوست محمد خان کامل، ۱۹۵۴ء، ص ۳۲۲ (۵) کلیات خوشحال، مرتبہ دوست محمد کامل مہمند، ۱۹۵۲ء، ص ۵۱۳ (۶) ایضاً ص ۵۱۴ (۷) حضرت علی۔ کے ایک غلام کا نام (۸) خوشحال خان، ص ۵۱۵
(۹) خوشحال خان خٹک، ص ۵۱۷ (۱۰) کلیات اقبال (اردو)، اقبال اکادمی، کراچی، ص ۲۱۰

ڈاکٹر خالد محمود سومرو

ممبر سینیٹ آف پاکستان

امریکا اوراس کے حواری:
انسانی حقوق کے علمبردار یا بیگناہ انسانوں کے قاتل

چند ماہ قبل امریکا نے پاکستان' ایران' سعودی عرب' سوڈان' شام' افغانستان' عراق' لبنان' لیبیا' یمن' صومالیہ' نائجیریا' الجیریا اور کیوبا کے باشندوں کو امریکی ایئرپورٹوں پر ان کو برہنہ کر کے انکی جامہ تلاشی لینے اور ان کے ایکسریز نکالنے کے بعد ان کو اپنے ملک میں داخل ہونے کی اجازت دینے کے احکامات جاری کئے تھے۔

سینیٹ اور قومی اسمبلی کے اجلاسوں میں پاکستان کے ارکان پارلیمینٹ نے امریکہ کی جانب سے عائد کردہ ان ذلت آمیز احکامات کی سخت مذمت کی ہے اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ امریکی حکومت سے کہا جائے کہ یہ احکامات ناقابل قبول اور انتہائی توہین آمیز ہیں۔ اس لئے امریکہ اپنے ان احکامات کو واپس لے اور اگر امریکہ اپنے ان احکامات کو واپس نہ لے تو حکومت پاکستان بھی امریکیوں کے لئے اس قسم کے اقدامات کا اعلان کرے کہ آج کے بعد جو بھی امریکی پاکستان آئے گا اس کی بھی اسی طرح جامہ تلاشی لی جائے گی اور احتجاج کے طور پر کوئی بھی پاکستانی وزیر یا افسر اس وقت تک امریکا نہ جائے جب تک امریکہ اپنے یہ احکامات واپس نہ لے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ امریکہ کی جانب سے شروع کردہ دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ جو کہ حقیقت میں مسلمانوں کے خلاف اور اسلام کے خلاف جنگ ہے' اس نام نہاد جنگ میں پاکستان نے اربوں کھربوں کا اپنا نقصان بھی کیا' ہزاروں جوان بھی شہید کرائے۔ امریکہ کو خوش کرنے کے لئے اور راضی رکھنے کے لئے اپنے شہروں کو بھی برباد کرایا' اپنے ہم وطنوں کو بھی تہ تیغ کیا' امریکہ کو اڈے بھی دیئے' ہر قسم کی سہولیات بھی فراہم کیں' اس کے باوجود بھی امریکہ کی جانب سے پاکستانیوں کی تذلیل اور توہین کے احکامات صادر ہورہے ہیں اور امریکہ کی جانب سے ڈومور (یعنی ابھی آپ نے تھوڑے لوگ مارے ہیں' مزید بیگناہوں کو مارو) کا مطالبہ ہورہا ہے۔ حکومت پاکستان سوچے کہ امریکہ کی غلامی سے پاکستان کو کیا حاصل ہوا؟

قرآن مقدس میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ یہ یہودی اور عیسائی اس وقت تک تم سے راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ تم اپنا دین اسلام چھوڑ کر ان کے دین کو قبول نہیں کرو گے۔ ابھی حال ہی میں پاکستان کی بے گناہ بیٹی

ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے بارے میں امریکہ کے ایماندار' عدل وانصاف کے علمبردار اور ہیومن رائٹس کے چیمپئن جج صاحبان کا فیصلہ بھی آپ حضرات کی نظروں سے گزرا ہوگا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ بندوق اٹھا کر امریکہ کے ساتھ جنگ شروع کر دیں' بلکہ ہمارا کہنا یہ ہے کہ آپ امریکہ کے ناجائز احکامات کو نہ مانیں' چند ڈالروں کے عوض قومی غیرت کو نیلام نہ کریں' اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کریں۔

اللہ رب العزت نے مملکت خداداد پاکستان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے' بہت سارے ممالک میں آپ کو اتنے وسائل نظر نہیں آئیں گے جتنے اللہ رب العزت نے ہمیں دیئے ہیں۔ تیل' گیس کے ذخائر' کوئلے کے ذخائر معدنیات کے ذخائر' سونے اور چاندی کے ذخائر' دریا' سمندر' بہترین نہری نظام' آباد زمینیں' سرسبز اور شاداب چراگاہیں' ہر قسم کی فصلیں' اناج' پھل فروٹ' جھیلیں' آبشاریں' خوبصورت پہاڑ' عظیم الشان وادیاں وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے حکمران اگر ایمانداری کے ساتھ اپنے وسائل کو بروئے کار لائیں' کشکول اٹھانے کی بجائے سادگی اور کفایت شعاری کو اپنائیں' بھیک مانگنا چھوڑ دیں' کاسہ گدا گری کو سمندر میں پھینک دیں' عیاشیاں چھوڑ دیں' اپنے ہم وطنوں کو رعایتیں دیں۔ ملکی صنعت کاروں کے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھیں' تو تھوڑے ہی عرصے میں ملک کی کایا کو پلٹا جاسکتا ہے۔ اور ہم خیرات لینے کی بجائے خیرات دینے والے بن سکتے ہیں لیکن اس کے لئے ہمت' جرات' استقامت اور توکل علی اللہ کی اشد ضرورت ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی ۔۔۔ نہ ہو جس کو خیال خود آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

امریکہ نے ہمارے اوپر جو پابندیاں لگائی ہیں' اور اپنے ایئرپورٹوں پر پاکستانیوں سمیت جن چودہ ممالک کے باشندوں کی سخت ترین چیکنگ کے جو احکامات جاری کیے ہیں۔ میرے خیال میں اس کے دو سبب ہو سکتے ہیں' ایک یہ کہ ان ممالک میں جنگی جنون زیادہ ہے اور دوسرا یہ کہ شاید ان ممالک میں جرائم کی شرح سب سے زیادہ ہے۔

اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مذکورہ بالا دونوں اسباب کے بارے میں کچھ حقائق آپ کے سامنے رکھوں تاکہ آپ خود فیصلہ کرسکیں کہ جنگی جنون مسلمانوں میں زیادہ ہے یا کفار میں اور جرائم کی شرح کن ممالک میں زیادہ ہے۔ مسلمان ممالک میں یا کافروں کے ملکوں میں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پوری دنیا میں کوئی بھی ملک جنگی جنون کے حوالے سے امریکہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ویسے تو دوسرے کفار کے ممالک بھی اس حوالے سے کچھ کم نہیں۔

امریکہ آج سے نہیں بلکہ 52-1951ء سے ایسی مذموم حرکتیں کر رہا ہے جس سے اس کا بھیانک چہرہ کھل کر سامنے آرہا ہے۔ شروع سے امریکہ کے عزائم استعماری اور توسیع پسندانہ رہے ہیں۔

1950ء سے 1953ء تک کورین وار میں امریکہ نے تین لاکھ 26 ہزار 863 فوجی بھجوائے' جن میں سے 36 ہزار 544 مارے گئے۔ اس جنگ پر امریکہ نے 320 ارب ڈالر خرچ کیے اور اس جنگ میں 15 لاکھ انسان

قتل کئے گئے۔___ ویت نام وار میں 1964ء سے 1973 تک امریکہ نے پانچ لاکھ 49 ہزار فوجی بھجوائے۔ ان میں سے 48 ہزار 209 فوجی مارے گئے۔ اس جنگ پر امریکہ نے 686 ارب ڈالر خرچ کئے۔ اور اس جنگ میں 13 لاکھ انسانوں کو قتل کیا گیا۔___ 91-1990 میں فرسٹ گلف وار میں امریکہ نے چھ لاکھ 96 ہزار 550 فوجی بھجوائے۔ جن میں سے 382 مارے گئے۔ اس جنگ پر امریکہ نے 96 ارب ڈالر خرچ کئے۔___ 2003ء میں دوسری گلف وار میں امریکہ نے پہلی مرتبہ ایک لاکھ 15 ہزار فوجی بھجوائے۔ اور دوسری مرتبہ 2009ء میں اڑھائی لاکھ فوجی بھجوائے۔ جن میں سے 4367 فوجی مارے گئے۔ اس جنگ پر امریکہ نے 648 ارب ڈالر خرچ کئے۔ اور گلف وار میں مجموعی طور پر تقریباً ایک لاکھ انسانوں کو قتل کیا گیا۔

اس کے بعد افغانستان میں 2001ء میں امریکہ نے 71 ہزار فوجی بھجوائے اور 171 ارب ڈالر خرچ کئے۔ اور اس کے بعد مزید 30 ہزار فوجی بھجوائے اور 30 ارب ڈالر کا خرچ کیا۔ افغانستان میں 1979ء سے لے کر اب تک یعنی روس کی جانب سے مسلط کردہ جنگ سے لے کر اب امریکہ کی جانب سے لڑی جانے والی جنگ تک مجموعی طور پر دس لاکھ سے زائد انسانوں کو لقمہ اجل بنایا گیا ہے۔ جبکہ لاکھوں لوگ اب تک اپنے گھروں سے محروم ہیں' اور دربدری کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

ویسے بھی اگر آپ کفار کی تاریخ کھولیں گے تو آپ ان کی درندگی دیکھ کر لرز جائیں گے۔ یہ لوگ جو اپنے آپ کو انسانی حقوق کا چیمپئن کہلواتے ہیں' اگر آپ ان کے کرتوت دیکھیں گے تو یہ آپ کو وحشی درندے نظر آئیں گے۔ یہ اسلام کے دشمن' انسان ذات کے دشمن' امن وامان کے دشمن اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے باغی' انسانی حقوق کے علمبردار نہیں بلکہ یہ مظلوم انسانوں کے قاتل ہیں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ فرانس میں جب جمہوریت کے نام پر انقلاب برپا کیا گیا تو اس موقع پر 62 لاکھ لوگوں کو قتل کیا گیا تھا۔ 1914ء کی خطرناک جنگ عظیم میں جب یورپین ممالک کا جرمنی کے ساتھ جھگڑا ہوا تھا تو اس جنگ میں روس کے 17 لاکھ' فرانس کے 13 لاکھ 70 ہزار' اٹلی کے 4 لاکھ 20 ہزار' آسٹریلیا کے 8 لاکھ' برطانیہ کے 7 لاکھ 20 ہزار' بلغاریہ کے ایک لاکھ' رومانیہ کے ایک لاکھ اور امریکہ کے 50' ہزار انسان قتل ہوئے۔ مجموعی طور پر اس جنگ عظیم میں 73 لاکھ اور 38 ہزار لوگ قتل ہوئے تھے۔

دوسری جنگ عظیم کے موقع پر بھی کفار نے اربوں کھربوں ڈالر اور پونڈ جنگ پر خرچ کئے تھے' دوسری جنگ عظیم میں روس کے 7 لاکھ 50 ہزار' امریکہ کے 3 لاکھ' برطانیہ کے 5 لاکھ 50 ہزار' اٹلی کے 3 لاکھ' چین کے 22 لاکھ اور جاپان کے 15 لاکھ انسان مارے گئے تھے۔ ان تمام انسانوں کی مجموعی تعداد ایک کروڑ 6 لاکھ بنتی ہے۔ جبکہ لاکھوں لوگ ان جنگوں کی وجہ سے معذور اور اپاہج بن گئے تھے۔

پاکستان کو ایٹمی طاقت کی حیثیت سے برداشت نہ کرنے والے امریکہ نے جنگ عظیم دوم کے موقع پر ہیروشیما اور ناگا ساکی پر ایٹم بم گرا کے 2 لاکھ 75 ہزار بے گناہ انسانوں کو لقمہ اجل بنایا تھا' امریکہ نے ان شہروں پر 12 ہزار ٹن وزنی بم برسا کر شہری آبادیوں کو بھسم کیا تھا۔

یہ حقائق ہیں اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا جنگی جنوں میں کافر ممالک کا اور خاص طور پر امریکہ کا دنیا کا دوسرا کوئی ملک مقابلہ کر سکتا ہے۔ امریکیوں کو خواہش ہے کہ ساری دنیا ان کی نوکری کرے وہ واحد سپر پاور کی حیثیت سے سب کو لتاڑے رہے' کوئی اس کی حکم عدولی نہ کرے۔ پوری دنیا کے انسان اس کی چوکھٹ پر جھکتے رہیں۔

جنگی جنون کے علاوہ دیگر جرائم کے حوالے سے بھی کافر ممالک سب سے آگے ہیں۔ مجموعی جرائم کے حوالے سے ٹاپ کرنے والے ٹاپ ٹین کنٹریز میں آئس لینڈ' سویڈن' نیوزی لینڈ' گرینیڈا' ناروے' برطانیہ' ڈنمارک' فن لینڈ' اسکاٹ لینڈ اور کینیڈا شامل ہیں۔ جن ممالک میں خودکشیاں زیادہ ہو رہی ہیں ان میں نیوزی لینڈ' فن لینڈ' سوئٹزر لینڈ' کینیڈا' آسٹریا' آسٹریلیا' امریکہ' بیلجیئم' فرانس اور سویڈن سرفہرست ہیں۔ جن ممالک میں قتل زیادہ ہو رہے ہیں ان میں انڈیا' روس' کولمبیا' ساؤتھ افریقہ' امریکہ' میکسیکو' وینز ویلا' فلپائن' تھائی لینڈ اور یوکرائن ٹاپ پر ہیں۔

جن ممالک میں منشیات کا کاروبار زوروں پر ہے ان میں جرمنی' برطانیہ' کینیڈا' ساؤتھ افریقہ' سوئٹزر لینڈ' بیلجیئم' سوئیڈن' اٹلی' پولینڈ اور جاپان سرفہرست ہیں۔

مذکورہ بالا حقائق جو آپ کے سامنے پیش کئے گئے یہ بین الاقوامی ڈیٹا سے لئے گئے ہیں۔ جن کو ترتیب دینے والے مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں۔ ان حقائق سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں کافروں کے ملک بدامنی' قتل و غارتگری' افراتفری کے حوالے سے سب سے آگے ہیں۔

لیکن ان ممالک کی میڈیا اپنے ممالک کے گناہوں کو چھپاتی ہے اور بین الاقوامی سطح پر ان ممالک کی جو تصویر پیش کی جاتی ہے اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان ممالک میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوتی اور ان ممالک میں شاید سارے فرشتے رہتے ہیں۔ عوام الناس کو یہ حقیقت معلوم ہونی چاہیے کہ کفار ایک دوسرے کے دوست ہیں اور مسلمانوں کے ازلی دشمن ہیں' ان سے خیر کی توقع رکھنا فضول ہے۔

اگر ہمیں یہ ممالک کوئی امداد دیتے ہیں تو اس امداد کے پیچھے بھی ان کے اپنے مقاصد ہوتے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کی ذات پر بھروسہ کریں' کافروں کی چوکھٹ پر جھکنے کے بجائے اللہ رب العزت کے دروازے پر جھکیں' اللہ سے مدد مانگیں' ہماری میڈیا کو چاہیے کہ وہ کفار کے گیت گانے اور ان کے راگ الاپنے کے بجائے اللہ اور اللہ کے رسول کے پیغام کو عام کریں' ہمارے دانشوروں کو چاہیے کہ وہ مغرب کی تقلید کی بجائے قوم کو غیرت کا سبق پڑھائیں' ہماری عدلیہ کو چاہیے کہ وہ قرآن و سنت کے مطابق فیصلے صادر کرے اور انصاف کے تقاضوں کو

پورا کرے ہماری پارلیمنٹ کو چاہیے کہ وہ ایسی قانون سازی کرے جس کے نتیجے میں امت میں وحدت پیدا ہو اور قانون کی حکمرانی ہو ہمارے افسران کو چاہیے کہ وہ رشوت اور ناجائز سفارش کے بجائے ایماندارانہ انداز میں کام کریں ہمارے منتخب نمائندوں کو چاہیے کہ وہ میرٹ کا قتل عام رکوائیں حقداروں کو ان کا حق دلوائیں اور غریب مسکین بے بس اور بے کس لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کروائیں ہماری فوج کو چاہیے کہ وہ اپنے ماٹو پر عمل کرنے کی کوشش کرے ساری دنیا کو پتہ ہے کہ پاک فوج کا ماٹو ہے ایمان تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ۔

اگر ہماری قوم بے ایمانی کو چھوڑ کر ایمانداری کا راستہ اختیار کرے شیطان کی اطاعت کو چھوڑ کر تقویٰ اور پرہیزگاری اور خوف خدا کو اپنائے اور بزدلی اور بے غیرتی کی چادر کو پھینک کر جہاد فی سبیل اللہ کے فلسفہ پر عمل کرلے تو ہم آج بھی دنیا میں باعزت مقام حاصل کرسکتے ہیں۔ایٹمی طاقت ہونے کے باوجود ہماری ذلت اور غلامانہ ذہنیت سمجھ سے بالاتر ہے ہماری قوم کو چاہیے کہ وہ مخلص اور منافق میں دوست اور دشمن میں اپنے اور پرائے میں اللہ کے بندوں اور شیطان کے بندوں میں فرق کرے اور وقت آنے پر ایماندار قیادت کو آگے لائے۔اللہ رب العزت ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔اللہ پاک ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے اور ہمارے ملک کو اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ فرمائے۔امین۔

بقیہ صفحہ ۳۷ سے

(اسلاف کے قیمتی ملفوظات)

(۲) "سلامة الروح في ترک الآثام" اور روح کی سلامتی گناہ چھوڑنے میں ہے۔

(۳) "سلامة الدين في الصلوة علىٰ محمد خير الانام "۔اور دین کی سلامتی مخلوقات میں سے بہترین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے میں ہے۔ (اخبار الاخیار فی اسرار الابرار فارسی: ص ۳۴)

تین چیزوں پر شیطان کا تمسخر: شیخ نصر بن محمد ابراہیم السمرقندی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۷۳ھ لکھتے ہیں، حکماء کا قول ہے: جو آدمی تین چیزوں کے بغیر تین چیزوں کا دعویٰ کرتا ہے شیطان اس کا تمسخر اڑاتا ہے۔

(۱) جو شخص دنیا کی محبت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ذکر کی حلاوت (مٹھاس) کا دعویٰ کرے۔

(۲) جو شخص اپنے نفس کے بغیر خدا کی رضا کا دعویٰ کرے۔

(۳) جو شخص مخلوق کی تعریف کو پسند کرتے ہوئے اخلاص کا دعویٰ کرے۔ (تنبیہ الغافلین عربی: ص ۲۱۵)

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا سرعت مطالعہ: شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ المتوفی ۱۲۳۹ھ رقمطراز ہیں...... حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم صغیر طبرانی کو بھی جس میں ایک ہزار پانچ سو حدیثیں مع اسناد مروی ہیں، ظہر و عصر کے مابین ایک ہی مجلس میں ختم کرڈالا۔ (بستان المحدثین مترجم ص ۳۰۳) (ماخوذ از کتابوں کے اوراق سے)

جناب جنرل مرزا اسلم بیگ
سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

افغان قوم کی آزادی قریب تر ہے

اپنی آزادی وخود مختاری کا تحفظ افغان قوم کی فطرت میں شامل ہے جسے گذشتہ تیس سالوں میں بیرونی جارح قوتوں نے 'دہشت گردی' کا نام دے کر اس کے تشخص کو بری طرح مجروح کیا ہے۔ اسی منفی سوچ کے تحت 'ستر (۷۰) کے عشرے میں روسی افغانستان میں داخل ہوئے اور انہوں نے معاشی مساوات کا وعدہ کیا لیکن دھوکہ دے کر افغانستان پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ افغانوں کے ساتھ یہ پہلا دھوکا تھا۔ امریکہ اور پاکستان نے مشترکہ طور پر افغانستان کو روسی جارحیت سے نجات دلانے کی کاروائی کا آغاز کیا لیکن جب روسی پسپا ہو گئے تو افغانستان میں خانہ جنگی کی صورت حال پیدا کی گئی اور افغانوں سے منہ موڑ لیا۔ یہ افغانوں کے ساتھ دوسرا دھوکا تھا۔ ان نامساعد حالات کے باوجود طالبان نے اپنی مزاحمت جاری رکھی اور وہ افغانستان کے نوے فیصد علاقے پر کنٹرول حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن اس وقت امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے (جن میں پاکستان بھی شامل تھا) 9/11 کا بدلہ لینے کیلئے افغانستان پر حملہ کر دیا حالانکہ اس سانحے میں ایک بھی افغانی ملوث نہیں تھا لیکن اس کے باوجود افغانوں کو اس ناکردہ جرم کی پاداش میں ظالمانہ سزا دی گئی۔ یہ افغانیوں کے ساتھ تیسرا بڑا دھوکا تھا۔ افغانستان پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد 2002ء میں بون کانفرنس میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے حکومت سازی کے عمل میں پختون اکثریت کو ان کے جائز حق سے محروم رکھ کر ان کے ساتھ چوتھی مرتبہ دھوکا کیا۔ متعدد بار دھوکا کھانے اور ماضی کے تلخ تجربات کی روشنی میں افغان قوم اب آزادی کے نام پر کوئی اور دھوکہ کھانے کیلئے تیار نہیں ہے لیکن اب بھی جارح قوتیں اپنی مکروہ چالیں چل رہی ہیں اور افغانیوں کو ایک بار پھر دھوکا دینے کا عمل شروع ہے۔ لہذا اس نئی سازش کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ فاتح قوت ہی قیام امن کے خدوخال متعین کرتی ہے لیکن افغانستان کے معاملے میں اس حقیقت سے اغماض برتتے ہوئے شکست خوردہ قوتیں یعنی امریکہ اور اس کے اتحادی اپنی مرضی کا کام کرنے کی کوششیں کررہے ہیں۔ مالدیپ منصوبے کا اعلامیہ واشنگٹن سے جاری کیا گیا جس میں کہا گیا کہ انہیں: ''ایسا افغانستان قابل قبول ہے جو طالبان سے پاک ہو۔'' واضح رہے اس اعلامیہ میں پاکستان کی رضامندی بھی شامل تھی۔ اس طرح افغانستان میں مزید تیس ہزار فوجی بھیجنے کی منظوری بھی دی گئی تاکہ قیام امن کیلئے گفت وشنید کے وقت امریکہ کی پوزیشن مضبوط ہو لیکن طالبان نے قابض فوجیوں میں اضافے پر ردعمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں بھاری جانی نقصان پہنچایا

جس سے دشمن کا' طاقتور پوزیشن پر آنے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا'۔اس شرمندگی اور ہزیمت کو چھپانے کیلئے امریکہ نے سارا الزام پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسی (ISI) اور پاکستان کے اندر قبائلی علاقوں میں حقانی گروپ کی محفوظ پناہ گاہوں پر ڈال دیا۔ ہیلری کلنٹن نے دورہ پاکستان کے موقع پر پاکستان کے خلاف چارج شیٹ پیش کی جس کی جنرل مولن نے بھی تائید کی۔ برطانیہ کے نئے وزیر اعظم کیمرون نے ٹونی بلیئر کا حقیقی جانشین ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے یہاں تک مطالبہ کر دیا کہ ان محفوظ پناہ گاہوں کو بمباری کر کے نیست و نابود کر دیا جائے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہزیمت اور شرمندگی کے عالم میں حکمت و دانش بھی کام نہیں آتے جس کا اظہار جنرل پیٹریاس کے اس بیان سے ہوتا ہے کہ: ''میں یہاں اسلیئے نہیں آیا کہ فوجوں کے پرامن انخلاء کو ممکن بناؤں' جبکہ افغان عسکریت پسند ہمیں شکست دینے کیلئے مسلسل جنگ لڑ رہے ہیں۔'' جنرل پیٹریاس بے شک دلیرانہ بیان جاری کرتے رہیں لیکن امریکہ اور اس کے اتحادیوں پر اب یہ حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ وہ طاقت کے زور پر کبھی بھی فتح مند نہیں ہوسکتے لہٰذا انہوں نے حامد کرزئی کو یہ ذمہ داری سونپی ہے کہ وہ طالبان کے ساتھ قیام امن کے سلسلے میں بات چیت کریں۔____ حامد کرزئی نے ابھی تک اس معاملے میں سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کیا ہے۔ کابل میں منعقد ہونے والی گذشتہ کانفرنس' جس میں ستر سے زائد ممالک نے شرکت کی تھی' ان کے سامنے کرزئی نے طالبان کی دو شرائط تسلیم کرائی ہیں جن میں ''۲۰۱۱ء کے وسط تک قابض فوجوں کا افغانستان سے نکل جانا اور دوسرا یہ کہ طالبان راہنما جنہیں دہشت گرد قرار دیا جاچکا ہے ان پر سے یہ الزام ہٹایا جائے اور تمام طالبان قیدیوں کو رہا کیا جائے'' شامل ہیں۔ طالبان کی دیگر دو شرائط میں جنگ بندی (Cease-fire) کا اعلان اور افغانستان میں مستقبل کی کثیر الجہتی قومی حکومت کے قیام کیلئے لوئی جرگہ بلانے کا مطالبہ شامل ہے۔____ ان بدلتے ہوئے حالات نے روس اور بھارت کیلئے نئی تشویش پیدا کر دی ہے اور وہ افغانستان میں اپنا کھیل ختم ہوتا دیکھ کر ایران' تاجکستان اور ازبکستان کے ساتھ مل کر ایک نیا اتحاد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں جو افغانستان کے شمالی اتحاد کو تھپکی دے گا کہ وہ آگے بڑھے۔ یاد رہے اسی طرح کی تھپکی بھارت اور روس نے شمالی اتحاد کے سربراہ احمد شاہ محسود کو ۱۹۹۲ء میں بھی دی تھی اور کابل میں ان کی حکومت بنائی تھی۔ لیکن اب زمینی حقائق بہت مختلف ہیں۔ اب شمالی اتحاد امریکی یا روسی ٹینکوں پر سوار ہوکر کابل اور قندھار میں فتح مندوں کی صورت داخل نہیں ہو سکے گا کیونکہ دونوں سپر طاقتیں افغانی جہادیوں کے ہاتھوں شکست کھا چکی ہیں۔ آج کے طالبان بھی پہلے والے طالبان کی نسبت بالکل مختلف ہیں کیونکہ انہیں سخت ترین لڑائی کا تیس سالہ تجربہ حاصل ہے اور وہ ملا عمر کی قیادت میں متحد ہیں۔ ان کے لڑاکا دستوں کی اکثریت کا تعلق نوجوان نسل سے ہے جو گذشتہ تیس برسوں میں جنگ کے سائے میں پیدا ہوئے اور آگ برساتی توپوں کی گھن گرج میں پل کر جوان ہوئے ہیں۔ یہ نوجوان اپنی ملکی آزادی و خودمختاری کیلئے قابض فوجوں کے ساتھ سوائے جہاد کے اور کچھ نہیں جانتے اور یہی افغان قوم کا ناقابل شکست جذبہ حریت ہے جسے

شکست دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ ان کا ایمان ہے کہ یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک افغانستان قابض فوجوں کے تسلط سے آزاد نہیں ہو جاتا۔ یہی وہ قوت ہے کہ جس نے دنیا کی دو سپر طاقتوں کو تیس سال کے قلیل عرصے میں شکست سے دوچار کر کے کامیاب عسکری حکمت عملی (Asymmetric War) کا ایک نیا باب رقم کیا ہے جسے ہم اس صدی کا ایک معجزہ کہہ سکتے ہیں۔

وہ عناصر جو صدر حامد کرزئی کے امریکہ کی رضامندی سے تیار کئے جانے والے اس امن منصوبے کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں' اس سلسلے میں دلیل پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ''امریکہ کو افغانستان سے فوجیں نہیں نکالنی چاہئیں بلکہ تذویراتی فوائد اور عالمی برتری کے خواب کو یقینی بنانے کیلئے ایشیاء کے تینوں خطوں کے سنگم پر واقع افغانستان پر اپنا قبضہ برقرار رکھنا چاہیئے۔ اس حکمت عملی میں پاکستان اور بھارت کی باہمی مخاصمت رکاوٹ ڈالتی ہے جس کا سبب پاکستان اور چین کے مابین سٹریٹیجک پارٹنرشپ (Strategic Partnership) کا معاہدہ ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے کہ جس نے موجودہ حالات کو ایک طویل جنگ کی شکل دے دی ہے۔'' یہ حقائق سے چشم پوشی اور ایک ناقص سوچ ہے جو کم ظرفی پر مبنی ہے' جسے بدلنے کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا ابھی تک افغانوں کے نئے جنگی طور طریقوں کے خلاف موثر کاروائی کرنے کی صلاحیت حاصل نہیں کر سکی ہے جو غیر منظم جنگ کے ماہر ہیں اور جدید ترین اسلحہ اور ساز و سامان سے لیس دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتوں کو مسلسل شکست دے چکے ہیں۔۔___ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پشتون آبادی کے افغان سوسائٹی میں دوبارہ شمولیت سے افغانستان میں بڑی واضح تبدیلی آئے گی اور یہ صورت حال امریکہ کیلئے ایک صحیح عمل ہوگا۔ اس سے عالمی منظر نامہ بدل جائے گا جہاں امریکہ کی نرم قوت (Soft Power) مخالف نظریے سے ہم آہنگ ہوگی۔ صدر اوبامہ اگر 'گراؤنڈ زیرو' پر اسلامی ثقافتی سنٹر قائم کرنے کے وعدے کو عملی جامعہ پہنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یہاں سے بلند ہونے والی ''اللہ اکبر'' کی صدائیں چہار سو عالم میں امریکہ کی نرم قوت کا پیغام پہنچائیں گی جس سے امریکہ کے مخالفین کے دلوں میں جاگزیں شکوک و شبہات اور روٹھے' محبت و اخوت کے حسین جذبات میں بدل جائیں گے اور اس طرح امریکہ دنیا کو امن پسندی کا عملی درس دے سکے گا۔

یہ مفروضہ بھی بے بنیاد ہے کہ اگر افغانستان میں طالبان کی حکومت قائم ہو گئی تو وہ اپنے نظریات کو دیگر ممالک پر مسلط کرنا شروع کر دیں گے جس سے عالمی امن کو شدید خطرات لاحق ہو جائیں گے۔ افغانی قوم درحقیقت گذشتہ تیس سالوں کی بدامنی سے تنگ آ چکی ہے اور وہ قیام امن کیلئے مخلص ہے جو تمام ہمسایہ اور خطے کے دیگر ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار کئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ علاقائی اور عالمی برتری کے رجحان کا خاتمہ صرف قیام امن کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔ روس' امریکہ اور اس کے اتحادیوں اور ہمسایہ ممالک کے ہاتھوں اٹھائے جانے والے مظالم کے باوجود افغانستان کی تعمیر نو کے سلسلے میں ان تمام ممالک کا تعاون فراہم کرنا لازم ہے۔ (بقیہ صفحہ ۵۸ پر)

مولانا مفتی عبدالمتین *

مسائل حج عمرہ وحرمین

مسئلہ: (۱) اگر عورت اپنا چہرہ حالت احرام میں چھپالے، اور کپڑا منہ پر ڈال لے، تو اگر ایک دن یا ایک رات اسی حالت میں رہے، تو اس پر دم واجب ہے، اور اگر ایک دن سے کم اس حالت میں رہے تو صدقہ واجب ہے، اور صدقہ کی مقدار نصف صاع گیہوں ہے، البتہ حج عمرہ میں کچھ فرق نہیں پڑے گا۔(رد المحتار علی الدر المختار: ۴۳۹/۳، ۴۴۰، اللباب فی شرح الکتاب: ۱۷٦/۱، البحر الرائق ۶۲۲/۲، معلم الحجاج: ص ۲۳۷)

مسئلہ: (۲) نماز جنازہ میں حرمین میں امام ایک ہی سلام پھیرتا ہے، تو حنفی مقتدی بھی ایک ہی سلام پھیر یگا (الصحیح للبخاری: ۱۹۵/۱، الدر المختار مع رد المحتار: ۱٤٦/۱٤٥/۲، فتاوی محمودیه: ۳۷۰/٦)

مسئلہ: (۳) حاجی یا معتمر اگر حلق سے پہلے کے تمام ارکان سے فارغ ہو چکے ہوں، اور اب صرف حلق ہی باقی ہو، تو اس وقت ایک دوسرے کا حلق کر سکتے ہیں۔ (المناسک لملا علی قاری: ص: ۲۳۰، فصل فی الحلق والتقصیر، بحواله فتاوی محمودیه: ۳۴٦/۱۰، احسن الفتاوی ۵۲۲/۴، فتاوی رحیمیه: ۹۹/۸، مکمل ومدلل مسائل حج عمرہ: ص ۲۳۲، قاموس الفقه: ۴۹۴/۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۴۳/۴)

مسئلہ: (٤) طواف وغیرہ میں دعاء زبانی پڑھنا اولی ہے، کیوں کہ کتاب میں دیکھ کر پڑھنا خشوع میں مخل ہے، اور دعاء میں اصل خشوع مقصود ہے، اسی لیے امام محمدؒ حج میں دعاؤں کو متعین کرنے کے قائل نہیں ہیں، کیوں کہ تعین سے رقتِ قلب ختم ہو جاتی ہے۔(التفسیر المنیر: ٦٠٦/٤، مجمع الانہر: ۳۹۹/۱)

مسئلہ: (۵) حالتِ احرام میں عورت اپنے سر پر کوئی چھجا (ہیٹ، ٹوپ) سالگالے، اور اس کے اوپر سے کپڑا اس طرح ڈال لے کہ پردہ ہو جائے، مگر کپڑا چہرہ کو نہ لگنے پائے، یا پھر عورت اپنے ہاتھ میں پنکھا وغیرہ رکھے، جہاں کہیں مردوں کا سامنا ہو، اسے چہرے کے آگے کرلیا کرے۔ (اعلاء السنن: ۵۴/۵، رد المحتار علی الدر المختار: ۱۲۹/۱، الفقه علی المذاهب الأربعة: ۴۹۷/۱)

مسئلہ: (٦) اگر کوئی شخص بحالتِ احرام مکمل بند چپل پہن لے، جو کہ قدم کے بیچ میں ابھری ہوئی ہڈی کو چھپالے، تو گنہگار ہوگا، اگر ایسا جوتا، موزہ یا چپل ایک دن یا ایک رات پہنے رہا، تو اس پر دم واجب ہے، اور اگر اس سے کم وقت تک پہنے رہا تو صدقۃ الفطر کے بقدر صدقہ واجب ہے۔

---

* استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، انڈیا

(اللباب فی شرح الکتاب: ۱/۱۶۷، تنویر الأبصار مع الدر والرد: ۳/۴۴۱، ۴۴۲، خلاصة الفتاوی: ۱/۲۸۰، احسن الفتاوی: ۴/۵۳۱، مسائل حج وعمرہ: ص ۲۱۰)

مسئلہ: (۷) ضرورۃً مسجد حرام میں سونا درست ہے کیوں کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مسجد نبوی میں سوتے تھے، اور تعظیم کے لحاظ سے مسجد حرام اور مسجد نبوی دونوں یکساں ہیں، البتہ سوتے ہوئے اس کی تعظیم اور ادب ملحوظ رہے، اور بلا ضرورت مسجد میں نہ سوئے کیوں کہ یہ مکروہ ہے۔ (الصحیح للبخاری: ۱/۶۳، روح المعانی: ۱۰/۲۰۹، فتح الباری: ۱/۶۷۳، فیض الباری: ۲/۵۵۳)

مسئلہ: (۸) حرمین میں بیٹھ کر دنیوی باتیں کرنا درست نہیں، چوں کہ حرمین مسجد کے حکم میں ہیں، لہٰذا وہ تمام وعیدیں جو مسجد میں بیٹھ کر دنیوی باتیں کرنے کے بارے میں وارد ہیں وہ سب حرمین میں بیٹھ کر دنیوی باتیں کرنے پر بھی لاحق ہوں گی، اور حرمین میں باتیں کرنے والے پر زیادہ گناہ ہوگا، اس لیے کہ جس طرح حرمین میں اعمال کا درجہ بڑھ جاتا ہے، اسی طرح سیئات کا گناہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ (سورۃ الحج: ۲۵، مشکوۃ المصابیح: ۱/۱/۷، رد المحتار: ۲/۳۷۸، روح المعانی: ۱۰/۲۰۹، معلم الحجاج: ص ۶۳)

مسئلہ: (۹) حجر اسود کو بوسہ دینا سنت ہے، اور دوسروں کو تکلیف دینا حرام ہے، اس لیے بوسہ دینے کے لیے دھکہ مکی کر کے داخل ہونا فعل حرام ہے۔ (بدائع الصنائع: ۲/۳۴۰، دار الکتاب دیوبند، قواعد الفقہ: ص ۸۱، احسن الفتاوی: ۴/۵۷۶)

مسئلہ: (۱۰) حرم کی بجلی حرم کے لیے وقف ہے، لہٰذا کسی ایسے کام میں اس کا استعمال کرنا جائز نہیں جو مصالح حرم میں داخل نہ ہو، لہٰذا حرم میں موبائل چارجنگ کرنا جائز نہیں۔ (۱)

(البحر الرائق: ٥/٤٢٠، دار الکتاب دیوبند، الفتاوی الهندیة: ١/٤٦٢، المکتبة زکریا، حامع الفتاوی: ٩/١٤١، احسن الفتاوی: ٦/٤٥٠، فتاوی محمودیه: ١٤/٦٤٧)

مسئلہ: (۱۱) جو شخص عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کے لیے دو چار جگہ سے تھوڑے تھوڑے بال کٹوائے، اور وہ چوتھائی سر کی مقدار کو نہیں پہنچتے ہیں، تو وہ اپنے احرام سے اس وقت تک حلال نہیں ہوگا، جب تک کم از کم چوتھائی سر کے برابر مقدار انملہ (پور) بال نہ کٹائے گا، اس درمیان جتنے بھی ممنوعات احرام کا ارتکاب کرے گا، اس اعتبار سے دم، صدقہ، یا جزاء لازم ہوگی۔ (ردالمحتار: ۳/۴۷۵، دار الکتاب، کتاب المبسوط: ۴/۷۹، دار الکتب العلمیة بیروت، ردالمحتار: ۳/۴۷۵، دار الکتاب، فتاوی محمودیہ: ۱۰/۳۴۳، فاروقیہ، فتاوی رحیمیہ: ۸/۸۶، دار الکتاب، عمدۃ الفقہ: ۴/۲۴۸)

مسئلہ: (۱۲) مسجد حرام میں افطار کے لیے ماہ رمضان میں جو کھجور تقسیم کی جاتی ہے، وہ بہ نیت عطیہ، ہبہ، صدقہ یا

ہدیہ دی جاتی ہے، اس کا لینے والا شخص مالک بن جاتا ہے، اس لیے کہ اس کو مکمل طور پر تصرف کا اختیار حاصل ہوگا، خواں وہ کمرہ پر لے جائے، یا کسی اور کو دیدے۔ (الموسوعة الفقهية: ۲۶/۳۳۴، البحر الرائق: ۷/۲۸۳، کتاب المبسوط: ۱۲/۶۹، الموسوعة الفقهية: ۳۹/۳۱/۳۳، فتاوی محمودیه: ۱۶/۲۸۵)

مسئلہ: (۱۳) حرم کے سامنے کھڑے ہوکر تصویر کشی کرنا جس میں جانداروں کی تصویریں بھی لی جائیں جائز نہیں، حرام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر کشی کرنے والوں کے بارے میں سخت وعیدیں بیان فرمائی ہیں، نیز اس سے حرمات اللہ کی توہین لازم آتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حرمات اللہ کی تعظیم کا حکم دیا ہے۔ (الموسوعة الفقهية: ۱۲/۱۰۲، تصویر، الصحیح للبخاری: ۲/۸۸۰، تفسیر ابن کثیر: ۲/۵۴۱، سورة الحج: ۳۰، فتاوی رحیمه: ۸/۱۳۳)

مسئلہ: (۱۴) عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے، البتہ حالتِ احرام میں عورت کے لیے چہرہ کو ڈھکنا جائز نہیں ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ احرام کی حالت میں عورت کو پردہ کی چھوٹ ہوگئی، بلکہ جہاں تک ہوسکے پردہ ضروری ہے، یا تو سر پر چھجا (ہیٹ، ٹوپ) سا لگا لے، اور اس کے اوپر سے کپڑا اس طرح ڈالے کہ پردہ ہو جائے، اور چہرہ چھپ جائے، یا عورت اپنے ہاتھ میں پنکھا وغیرہ رکھے، اور جہاں کہیں مردوں کا سامنا ہو، اسے چہرہ کے آگے کر لیا کرے، جہاں تک ہوسکے پردے کا پورا اہتمام کرے، اور جو بس سے باہر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائیں گے۔

(سورة الأحزاب:۵۹، التفسیر المنیر: ۱۱/۴۳۱، اعلاء السنن:۵/۵۳، اعلاء السنن: ۵/۵۴، سورة البقرة: ۲۷۶)

مسئلہ: (۱۵) اگر حج گروپ والے کھانے پینے اور رہائش کے اس معیار میں کوتاہی ولاپرواہی کرتے ہیں، جس کا انہوں نے پیسہ وصول کیا ہے تو اچھے انداز میں ان سے حق طلب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، البتہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو لیکر نہ کوئی فحش بات جائز ہے، اور نہ کسی قسم کا نزاع وتکرار زیبا ہے، بلکہ اپنا زیادہ وقت نیک کاموں میں لگائے۔

(فتح الباری ۵/۲۷۹، سورة البقره ۱۹۶، التفسیر المنیر ۲/۱۹۶، ترمذی شریف ۲/۱۹، امداد الحاج ۱/۱۹۵)

مسئلہ: (۱۶) کتابی کا ذبیحہ دو شرطوں کے ساتھ حلال ہے، ایک یہ کہ وہ اصلی کتابی ہو، یعنی مرتد نہ ہو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ ذبح کے وقت اللہ کے سوا کسی کا نام نہ لیوے، لیکن ہمارے زمانے میں اکثر نصاریٰ (عیسائی) برائے نام ہیں، ایسے لوگوں کا حکم نصاریٰ (اہل کتاب) کا سا نہیں ہے، اس لیے گوشت کے بارے میں جب تک اس بات کا پورا اطمینان نہ ہو کہ یہ مسلمان یا اصلی کتابی کا ذبیحہ ہے، اور اس نے ذبح کے وقت اللہ کے سوا کا نام نہیں لیا، احتیاطاً اس کا کھانا درست نہیں ہے۔ (مشکوٰة المصابیح: ۲۴۱، باب الکسب وطلب الحلال، بیان القرآن: ۳/۷، تفسیر المظهری: ۳/۱۷۰، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴/۲۰۵، فتاوی رحیمیه: ۱۰/۷۰)

مسئلہ: (۱۷) خوشبودار چیز کا استعمال دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ پکائے جانے والے کھانے میں ملاکر استعمال کی جاتی ہوگی یا اس کے بغیر استعمال کی جاتی ہوگی، اگر پکائے جانے والے کھانے میں ملاکر استعمال ہو تو وہ غالب ہو یا مغلوب، دم لازم نہیں آئیگا، اور اگر پکائے جانے والے کھانے کے بغیر استعمال ہو تو اس کے غالب ہونے کی

صورت میں دم لازم آئے گا، مغلوب ہونے کی صورت میں نہیں، البتہ حالتِ احرام میں پان وتمباکو کے استعمال سے اجتناب کرے، کیوں کہ اس کا استعمال بہرحال کراہت سے خالی نہیں۔ (رد المحتار علی الدر المختار: ۵۱۰/۳، باب الجنایات، الفتاوی الهندیة: ۲۴۱/۱، الباب الثامن فی الجنایات، فتاوی حقانیه: ۲۷۲/۴، امداد الفتاوی: ۱۶۱/۲، فتاوی رحیمیه: ۱۰۴/۸)

مسئلہ: (۱۸) حرمین میں، راستہ وغیرہ میں اس طرح نماز ادا کرنا جس سے آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہو مکروہ ہے۔ (رد المحتار: ۳۴۴/۲، الفتاوی التاتارخانیة: ۳۵۶/۱، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص ۳۵۶، الفقه الإسلامی وأدلته: ۹۴۷/۲)

مسئلہ: (۱۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا، اس وجہ سے دوگانہ طواف کو اوقاتِ مکروہہ میں نہیں پڑھ سکتے ہیں، اس کے لیے وقت مباح کا ہونا ضروری ہے، اگر حجاج اور معتمرین فجر اور عصر کے بعد طواف کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، البتہ دوگانہ طواف کیلئے وقت مکروہ کے نکل جانے کا انتظار کریں، جب وقت مکروہ نکل جائے تب دوگانہ طواف ادا کرلیں، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا یہی عمل تھا۔
(الصحیح للبخاری: ۸۲/۱، باب الصلوة بعد الفجر حتی ترتفع الشمس، البحر الرائق: ۵۸۰/۲، بدائع الصنائع: ۳۴۸/۲، کتاب الفتاوی: ۴۵/۴، الفتاوی الهندیة: ۲۲۶/۱، فتاوی قاضیخان: ۱۴۳/۱، الصحیح للبخاری: ۲۲۰/۱)

مسئلہ: (۲۰) دوگانہ طواف واجب ہے، اگر حجاج اور معتمرین دوگانہ طواف بھول کر گھر آجائیں تو گھر پر ادا کر لینے سے ادا ہو جائے گا۔ (فتاوی قاضی خان: ۱۳۹/۱، بدائع الصنائع: ۳۴۳/۲، هدایه: ۲۴۲/۱، البحر الرائق: ۵۸۰/۲، فتاوی قاضیخان: ۱۳۹/۱، رد المحتار علی الدر المختار: ۴۱۸/۳)

مسئلہ: (۲۱) رکنِ یمانی کا استلام مستحب ہے، رکنِ یمانی کو بوسہ نہیں لیا جائے گا صرف استلام پر اکتفا کیا جائے گا، اگر حجاج یا معتمرین استلام نہ کر پائیں، تو ہاتھ سے اشارہ نہیں کریں گے۔ (الفتاوی التاتارخانیة: ۱۵۷/۲، بدائع الصنائع: ۳۴۳/۲، فتاوی قاضیخان: ۱۳۹/۱، هدایه: ۲۴۲/۱، الفتاوی الهندیة: ۲۲۶/۱، البحر الرائق: ۵۷۹/۲، بدائع الصنائع: ۳۴۳/۲، الفتاوی التاتار خانیة: ۱۵۷/۲، رد المحتار علی الدر المختار: ۴۵۳/۳، البحر الرائق: ۵۷۹/۲، رد المحتار علی الدر المختار: ۴۵۳/۳، مطلب فی طواف القدوم)

مسئلہ: (۲۲) اگر ازدحام یا دوسروں کو تکلیف پہنچنے کے اندیشے سے تقبیل حجر اسود نہ کر سکے، تو دور سے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کردے، (اس طور پر کہ باطنِ کف حجر اسود کی طرف ہو، اور ظاہر کف چہرے کی طرف ہو) اور اپنی ہتھیلی کو بوسہ لے، حجر اسود کا استلام کرنا سنت ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار: ۴۴۷/۳، معلم الحجاج: ص ۱۳۲، فتاوی قاضی خان: ۱۳۹/۱، مجمع الانهر: ۴۰۱/۱، بدائع الصنائع: ۳۴۲/۲، رد المحتار

علی الدر المختار: ۳/ ۴۴۷، ھدایہ: ۱/ ۲۴۱)

مسئلہ: (۲۳) حج کے موسم میں خرید وفرخت جائز ہے، اگر حجاج اور معتمرین حرمین سے اس لیے خریدی کرتے ہیں کہ حرمین مبعثِ نبیؐ ہے، اور یہاں کے لوگ حرمین کی طرف منسوب ہیں، اس لیے ان کا فائدہ ہوجائے، اس نسبت کا خیال کرتے ہوئے خریدی کرتے ہوں، تو امید ہے کہ اللہ رب العزت اس نسبت کے احترام میں انہیں ثواب عطا فرمائے گا، لیکن اتنی بات یادر ہے کہ اسراف کا حکم ہر جگہ یکساں ہے، بلکہ حرم میں معصیت، گناہ کے اعتبار سے اور بڑھ جاتی ہے، اس لیے اسراف سے بچنا چاہیے۔ (الصحیح للبخاری: ۱/ ۲۳۸، باب التجارة في أيام الموسم، ۱/ ۵۴۳ باب مبعث النبیؐ، ۱/ ۲، باب بدو الوحی، الأشباہ والنظائر: ص ۱۱۳، روح المعانی ۱۰/ ۲۰۹، سورۃ الأنعام: ۱۴۱)

مسئلہ: (۲۴) اگر طواف کے دوران کسی وجہ (بھیڑ، ایذاء) سے حجر اسود کو بوسہ نہ دے سکا، تو طواف ہوجائے گا، اس لیے کہ بوسہ دینا سنت ہے، اگر تقبیل پر قادر نہ ہو تو استلام بالید کرے، اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو کسی اور شیء سے استلام کرے اور اس کو بوسہ دے، اگر کوئی چیز نہ ہو تو ہتھیلی سے اشارہ کرے اور اس کو بوسہ دے۔

(فتح الباری: ۲/ ۵۸۲، الدرمختار: ۱/ ۱۶۵، الموسوعة الفقهية: ۱۳/ ۱۲۹)

مسئلہ: (۲۵) اگر حرم میں نماز کے دوران عورت، مرد کے محاذات میں آکر کھڑی ہوجائے (عورت مرد کے دائیں یا بائیں متصل یا آگے کھڑی ہوجائے) اور دونوں ایک ہی نماز میں شریک ہوں، تو مرد کی نماز فاسد ہوجائیگی، بشرطیکہ امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو، لہذا مرد نماز کو از سرِ نو ادا کرے، اور اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت نہ کی ہو تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

"چنانچہ عرصہ ہوا، امام حرم سے دریافت کیا گیا تھا تو انہوں نے بتایا تھا کہ ہم عورت کی امامت کی نیت نہیں کرتے ہیں، لہذا اگر آج بھی یہی صورت ہو یعنی امام حرم عورت کی امامت کی نیت نہ کرتے ہوں تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی، جب فاسد نہیں ہوگی تو مرد مصلی از سرِ نو نماز ادا نہیں کرے گا، بلکہ اسی حالت میں نماز کو پوری کرلے گا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۹/ ۲۹۵، رقم الحدیث: ۹۴۸۴، بدائع الصنائع: ۱/ ۵۴۸، محاذاة المرأة، تنویر الابصار مع الدر والرد المحتار: ۲/ ۲۷۱، فتاوی محمودیہ: ۶/ ۵۹۸)

مسئلہ: (۲۶) کسی کا مال بغیر اس کی اجازت کے لے لینا، اور استعمال کرنا، شرعاً، ناجائز اور حرام ہے، جبکہ حالت احرام میں تو خصوصاً فسق وفجور سے احتراز لازم اور ضروری ہے، اس لئے مسجد حرام میں چپل وغیرہ کوئی بھی سامان جو اپنی ملکیت میں نہ ہو، اسکو اٹھانے اور استعمال کرنے سے بچنا لازمی ہے، گرچہ بعض مفتیان کرام نے حرم شریف میں جوتوں کی تبدیلی کے بابت یہ تفصیل لکھی ہے کہ جن چپلوں کے بارے میں یہ خیال ہو کہ مالک ان کو تلاش کرے گا، ان کو نہ پہنے، اور جن چپلوں کو اس خیال سے چھوڑ دیا گیا ہو کہ کوئی ان کو پہن لے، ان کو پہننا جائز ہے، مگر اس پر یہ اشکال وارد ہوتا

ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ ان چپلوں کو اس خیال سے چھوڑ دیا گیا کہ کوئی ان کو پہن لے، کیوں کہ اس خیال کا تعلق صاحب خیال سے ہے، اور وہ معلوم نہیں ہے، کہ اس سے دریافت کیا جاسکے، اور جب یہ معلوم نہیں ہوسکتا تو عدم جواز کا قول ہی بہتر اور مبنی بر احتیاط ہے۔ (معارف القرآن: ۳۸۸/۲، سورۃ النساء: ، معارف القرآن: ۴۸۳/۱، سورۃ البقرۃ: ۱۹۸، الصحیح للبخاری: ۳۲۱/۱، السنن لأبی داؤد: ص ۲۹۹، کتاب الادب)

مسئلہ: (۲۷) برکت کیلئے زمزم میں نہانا اور بھیگنا جائز ہے جبکہ اس سے نجاست کے زائل کرنے کا قصد نہ کیا جائے۔(الصحیح للبخاری: ۲۲۱/۱، کتاب المناسک، باب ما جاء فی زمزم، رد المحتار: ۴۸۴/۳، حاشیۃ الطحطاوی: ۲۲/۱، کتاب الطھارۃ، فتاوی رحیمیہ: ۱۳۵/۸، فتاوی محمودیہ: ۱۳۳/۵، باب المیاہ)

مسئلہ: (۲۸) بحالتِ نماز ضرورۃً تین قدم کی مقدار چلنے کی اجازت ہے، بشرطیکہ تسلسل کے ساتھ نہ ہو، بلکہ ایک قدم چل کر ایک رکن کی مقدار ٹھہر جائے، پھر ایک قدم چل کر، ایک رکن کی مقدار ٹھہر جائے، پھر چلے اور ٹھہر جائے، اس طرح چل کر اگلی صف کی خالی جگہ پر کرنا درست ہے۔ (بدائع الصنائع: ۵۱۲/۱، دارالکتاب، درالمحتار: ۵۳۳:۲، دارلکتاب، فتاوی قاضی خان: ۶۶/۱، حقانیہ، فتاوی محمودیہ: ۶۰۰/۲، فاروقیہ کراچی، فتاوی دارالعلوم: ۵۶/۴، دارالعلوم)

مسئلہ: (۲۹) مسجد حرام میں پانی پینے کیلئے جو پلاسٹک کے گلاس رکھے جاتے ہیں اگر وہ مسجد کیلئے وقف ہیں، تو اس کو اپنے کمرے میں لانا جائز نہیں ہے، کیوں کہ واقف اس پر راضی نہیں ہے۔(فتاوی قاضی خان: ۲۹۸/۴، کتاب الوقف، فتاوی محمودیہ: ۶۲۳/۱۴، البحر الرائق: ۴۲۷/۵، الدر المختار مع رد المحتار: ۵۰۸/۶، کتاب الوقف)

بقیہ صفحہ ۵۲ سے (افغان قوم کی آزادی قریب تر ہے) یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ افغان قوم افغانستان میں جاری نئے عظیم کھیل (New Great Game) میں شریک قوتیں جن میں پڑوسی ممالک اور خصوصاً خطے کے ممالک شامل ہیں' کی سازشی کاروائیوں کو ہرگز کامیاب نہیں ہونے دیگی۔ افغان قوم بیسویں صدی میں ان سازشی کاروائیوں کا شکار بنی تھی اور اب وہ اپنے رسم ورواج اور تہذیب وتمدن کے مطابق' اسلامی نظریے پر قائم رہتے ہوئے امن وآشتی سے رہنا چاہتے ہیں اور یہی افغان قوم کا نظریہ حیات بھی ہے۔___ افغانی اپنی سرحدوں کو وسعت دینے کے خواہاں نہیں ہیں لیکن وہ اپنے قومی وقار اور ملی غیرت کا ہر حال میں دفاع کرنا جانتے ہیں۔ قیام امن کی خاطر کئے جانے والے مذاکرات سے وہ خوفزدہ نہیں ہیں لیکن انہیں خوف یا دباؤ میں لاکر مذاکرات پر آمادہ نہیں کیا جاسکتا' جیسا کہ امریکی کی طلسماتی شخصیت کے حامل صدر جان ایف کینڈی نے اپنے معروف افتتاحی خطاب میں کہا تھا: ''بار بار دھوکہ اور فریب کھانے کے بعد کسی کو حقیقت اور سچائی کی تہہ تک پہنچنے سے نہیں روکا جاسکتا۔'' اس ضمن میں جارج اورل نے بجا کہا ہے کہ: ''عالمی فریب اور دھوکہ کے دور میں سچ کہنا انقلابی قدم ہے۔'' یہی وہ راستہ ہے جس پر افغان قوم گامزن ہے۔

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی
مدرس جامعہ ابوھریرہ

امت مسلمہ کیلئے مغرب سے واقفیت ضروری ہے

ایتھنز (Athens) کے میلے میں ایک مصور کا شاہکار نصب کیا گیا اور لوگوں کی رائے مانگی گئی ،مصور نے انگوروں کا ایک خوشہ بنایا جسے انسانی ہاتھ نے اپنی گرفت میں لے رکھا تھا انگور اصل سے اس قدر مماثل تھے کہ پرندے ان انگوروں پر چونچ مارنے کیلئے بار بار آرہے تھے۔ یونان میں اس شاہکار کے چرچے ہو گئے ہر ایک مدح سرا تھا دوسرے دن ایک شخص نے اس شاہکار کو باطل قرار دیا اس کا کہنا تھا کہ اس تصویر میں بہت بڑا عیب ہے ہاتھ نقلی ہے پرندوں نے نقلی ہاتھ کو پہچان لیا اگر یہ اصلی ہوتا تو پرندے کبھی انگور پر چونچ مارنے کی جرأت نہ کرتے جو مصور اصلی انگور بنا سکتا تھا وہ اصلی ہاتھ کیوں نہ بنا سکا یہ اسکے فن کا نقص ہے۔ اس تنقید نے یونان کو ہلا کر رکھ دیا کئی روز تک اس نقد کے چرچے رہے دو ہفتے بعد ایک نقاد نے اس تنقید کا جائزہ پیش کیا۔ اس کا خیال تھا کہ مصور نے تضادات کے ذریعے کمال فن کا مظاہرہ کیا ہے نقلی ہاتھ اس مہارت سے بنایا کہ پرندے اس ہاتھ کی حقیقت سے واقف ہو گئے حالانکہ انسانی آنکھ بھی بظاہر اس ہاتھ کو اصل سمجھ رہی ہے اگر پرندوں کیلئے اصلی ہاتھ کے مماثل ہاتھ بنایا جاتا تو لوگ انگوروں پر چونچیں مارنے کیلئے حسین منظر سے محروم ہوتے اور یہ شاہکار لوگوں کی توجہ کا مرکز ہی نہ بنتا اور نقلی انگور اس کمال سے بنائے کہ پرندوں نے اس پر نقلی ہونے کے باوجود اصل کا گمان کیا حالانکہ یہی پرندے نقلی ہاتھ کو پہچان گئے تھے جبکہ انسانوں نے ہاتھ بھی اصل کے مماثل جانا ،مصور نے اس فن پارے کے ذریعے یہ بھی بتایا کہ پرندوں کی حسی صلاحیتیں انسانوں سے بہت بہتر ہوتی ہیں۔ تضادات کے ذریعے مصوری کمال فن ہے۔ اس تنقید نے یونان میں زلزلہ پیدا کر دیا اگلے کئی ماہ اس نقد کا غلغلہ برپا رہا۔ غرض اس تصویر پر کئی معترضین نے اعتراضات کیے لیکن سوال یہ ہے کہ منشائے تصویر کون بتائیگا؟ مصور یا نقاد؟ منشائے کلام کون بتائیگا متکلم یا کوئی اور یا اس کا نامزد فرد؟ ایک ہی حقیقت کی ایک ہزار تشریحات ہوسکتی ہیں لیکن کون سی تشریح حقیقت ہے؟ اس کا تعین ، فیصلہ کیسے ہوگا؟ کلام اللہ اور کلام رسول ﷺ کی تشریح وتوضیح وتوجیہہ وتفسیر اللہ تعالیٰ کے نامزد رسول ، انکے صحبت یافتہ اصحاب اور دین کی روح سے آشنا صلحائے امت کرینگے یا کوئی بھی ایرا غیرا یہ کام کریگا؟ فقہائے عابدین اس کی تشریح کرینگے اور تشریح بہرحال انسان کرینگے تو خطا کا امکان رہیگا لہٰذا اس امکان کا ازالہ اسلامی علمیت ، منہاج ، تہذیب وتاریخ میں اجماع سے کیا گیا ہے کیونکہ تشریح میں عقل انسانی استعمال ہوگی افراد کی عقل انفرادی

سطح پر غلطی کرسکتی ہے لیکن امت کے فقہائے عابدین کی اکثریت اجتماعی غلطی نہیں کرسکتی اسلئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ امت کا اجماع کسی غلط بات پر نہیں ہوسکتا۔ اسلئے رسالت مآب ﷺ نے کسی غلطی سے بچنے کیلئے ہدایت فرمائی کہ فقہائے عابدین سے مشورہ کرو، روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ ''ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آئے جسکے متعلق کوئی صریح حکم یا ممانعت قرآن وسنت میں موجود نہ ہو تو میرے لئے کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سلسلے میں عبادت گزار فقہاء سے مشورہ کرو خود اس میں کوئی خاص رائے قائم نہ کرو (مجمع الزوائد، ۱۷۸/۱)

اس امت میں جب بھی لوگوں نے رسالت مآب ﷺ کے اس حکم سے انحراف کیا ٹھوکر کھائی، اسلامی سائنس، اسلامی بینکاری، اسلامی معاشیات، اسلامی جمہوری سیاست اور نکاح المیسار یعنی متعہ کے ذریعے اسلامی معاشرت اسکی زندہ مثالیں ہیں۔ بالکل اسی طرح مغرب سے آنے والی اصطلاحات اور نظریات کا اصل مطالب مغرب کے فلسفی، ان کے دانشور اور ان اصطلاحات کے موجد و مصنف بتائیں گے اسکے بجائے ان مغربی اصطلاحات کا ترجمہ کر کے انکی اسلام کاری کر لینا ایک غیر علمی رویہ ہے مثلاً مغرب میں فریڈم مینگ، فنانس، اکنامکس، مساوات Tolerance Democracy پروگریس، ڈیویلپمنٹ، فریڈم آف ایکسپریشن وغیرہ کا مطلب وہ قطعی نہیں ہے جو ہمارے بعض مذہبی سکالر اردو ترجمہ کر کے بیان کرتے ہیں لہذا مغربی اصطلاحات کا اصل مفہوم سمجھنے کیلئے ہمیں مغرب کے بڑے فلسفیوں کا مطالعہ کرنا ہوگا ورنہ ہم بدترین علمی خیالات کے مسلسل مرتکب ہوتے رہیں گے۔ بعض حضرات کا اصل مسئلہ یہی ہے کہ یہ حضرات جدید مغربی فلسفے کے ذیلی علوم جدید سائنس اور سوشل سائنس اور کافرانہ علم کے نئے دریچے سے ناواقف ہیں لہذا مغربی اصطلاحات اور نظریات کے نامکمل، غیر علمی اور غیر مصدقہ ترجمے کر کے ان کو خواہ مخواہ اسلامی سمجھنے لگتے ہیں ویسے بھی اصطلاحات کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں ممکن نہیں خصوصاً وہ اصطلاحات جو خاص تاریخ، تہذیب، ثقافت اور مابعد الطبیعات سے نکلی ہوں جیسے ''عدت'' کا ترجمہ ناممکن ہے لیکن ایک ان پڑھ مسلمان بھی اس اصطلاح کے تمام مفاہیم ایک لمحے میں جان سکتا ہے کہ اس اصطلاح کیلئے جو علم درکار ہے وہ اسکی عملی زندگی کا تجربہ ہے یہ تجربہ وہ اپنی تاریخ و تہذیب میں زندہ تجربے کے طور پر برتتا ہے لہذا علم کے بغیر وہ عامل کامل ہوتا ہے۔ ابھی تک بعض کے خیال میں سرمایہ داری میں ذاتی ملکیت ہوتی ہے حالانکہ سرمایہ داری اور اشتراکیت میں جو خود سرمایہ داری کی بدترین شکل ہے ذاتی ملکیت تو باقی ہی نہیں رہتی۔ سرمایہ داری میں ایک شخص قانون املاک کی ذمہ داری سنبھال لیتا ہے حصص یافتگان ہوتے ہیں سرمایہ ان کا غلام نہیں ہوتا بلکہ یہ سرمایے کے غلام ہوتے ہیں جبکہ اشتراکیت میں سرمایہ ریاست کی ملکیت ہوتا ہے لہذا سرمایہ داری اور اسکی دوسری شکل سوشلزم و کمیونزم میں بھی نجی ملکیت باقی ہی نہیں رہتی۔ بڑی بڑی کمپنیوں کے ادغام (Merger) اس کا ثبوت ہیں جدید اصطلاحات مغربی کو سمجھنے کیلئے فی الحال

Development Dictionary کا مطالعہ کیا جائے۔

رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ مومن اپنے زمانے سے واقف ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ وہ شخص دین کی کڑیاں بکھیر دے گا جو جاہلیت کی حقیقت سے ناواقف ہو۔ اس لئے جدید دنیا میں جدید مغربی فلسفے اور جدید سائنس اور سوشل سائنس سے واقفیت کے بغیر ان کا فرانہ علوم کی اسلام کاری کی تحریک زور شور سے چل رہی ہیں۔ اس تحریک کے چلانے والے مغرب کے علوم، فنون، فلسفہ سے سرسری طور پر آگاہ نہیں۔ مغرب کے فہم سے محروم یہ مفکرین تاریخ بلوچستان کے اہم کردار عیدو کی طرح کا کردار ادا کر رہے ہیں یہ عیدو کون تھا ''تاریخ بلوچستان'' میں کچھ اس طرح درج ہے ''جب ان سرحدی بلوچوں کی حریت پسندی خطرناک حد تک تمام علاقے میں پھیل گئی تو فروری ۱۹۱۶ء میں انگریزوں نے جنرل ڈائر بھیجا تاکہ سرحدی بلوچوں کو کچل دے یہ جنرل ڈائر وہی ظالم ہے جس نے بعدازاں جلیانوالہ باغ میں ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کا قتل عام کرایا، ڈائر نے ''کچو'' کے مقام پر پہنچ کر بلوچ سرداروں سے ہتھیار ڈالنے کا مطالبہ کیا لیکن انہوں نے اس مطالبے کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ ڈائر ایک تجربہ کار اور مکار انگریز جنرل کی حیثیت سے بخوبی اندازہ لگا چکا تھا کہ اس کوہستان جس کی چپہ چپہ زمین سے دشمن واقف ہے براہ راست مقابلے کی دعوت دینا انگریز سپاہی کی تباہی و بربادی کا سبب بن سکتا ہے چنانچہ اس نے بلوچوں کی مجموعی طاقت سے ٹکرانے کی بجائے ان میں خوف و ہراس بدنظمی اور انتشار پھیلانے کی تجویز سوچ لیں۔ ڈائر نے مشاق اور ہوشیار جاسوسوں کے پروپیگنڈے سے بلوچوں کو انگریزوں کی پانچ ہزار مسلح فوج اور بہت بڑے توپ خانے اور جنرل ڈائر کی ''موٹر'' کی ہیبت ناک داستانیں سنا کر ڈرانا چاہا۔ یہاں کسی نے موٹر کار نہیں دیکھی تھی۔ اسلئے جاہل خانہ بدوش اور جنگلی بلوچ قبائل موٹر دیکھ کر بھاگ اٹھتے ان میں جو زیادہ سمجھدار تھے وہ موٹر کو خطرناک جنگی مشین خیال کرتے تھے اور اس کے مقابلے میں آنے سے گھبراتے تھے جنرل ڈائر نے اپنے دو انگریز افسروں اور عیدو نامی بلوچ رہبر کیساتھ کوہستان میں کاروانوں کے راستے پر دوڑائی، راستے میں جہاں کہیں خانہ بدوش نظر آتے موٹر ٹھہرائی جاتی عیدو ان کے پاس جاتا اور موٹر کی شکل وصورت، برق رفتاری نظر آتی اور ہولناکی کے ایسے ایسے من گھڑت قصے بیان کرتا کہ بلوچوں پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہوجاتی۔ موٹر کے ریڈی ایٹر کیساتھ سوراخ دکھا کر عیدو بلوچوں سے کہتا کہ ہر سوراخ بندوق کی نالی ہے اور ایک بٹن دباتے ہی ان میں سے ہزاروں سنساتی ہوئی گولیاں نکل کر مینہ کی طرح دشمن پر برسنے لگتی ہیں۔ عیدو انہیں موٹر کی بتیاں دکھا کر کہتا کہ یہ اسکی دوربین کی آنکھیں ہیں دشمن کہیں بھی اور کتنی ہی ہوشیاری سے چھپا ہوا ہو یہ آنکھیں اسے ڈھونڈ نکالتی ہیں اور پھر اس پر گولیاں برسا کر اسے ختم کر دیتی ہیں، عیدو نہایت ذہین اور طرار بلوچ تھا اسی قسم کی بیسیوں داستانیں گھڑ کر ان کے ہوش اڑاتا۔ عیدو کا پروپیگنڈہ کوہستانوں اور وادیوں میں آگ کی طرح (بقیہ صفحہ نمبر ۶۳ پر)

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز اور افتتاحی تقریب:

الحمدللہ ۲۲ ر ستمبر ۲۰۱۰ء کو دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اس سے قبل دارالعلوم کے تمام درجات میں کثیر تعداد میں داخلے ہوئے اور باوجود سخت امتحان (انٹری ٹسٹ) اور قواعد وضوابط کے صرف شعبہ درس نظامی میں 3815 طلباء کے اس سال الحمدللہ داخلے مکمل ہوئے۔ جن میں صرف دورہ حدیث کے طلباء کی تعداد 1300 سے زائد ہوگئی ہے جب کہ وسائل کی کمی اور حالات کی خرابی کی وجہ سے نہایت قیود وشرائط کا لحاظ رکھا گیا تھا۔ افتتاح کے موقع پر دارالعلوم کے تمام اساتذہ، مشائخ وطلباء ایوان شریعت (دارالحدیث) کے وسیع وعریض ہال میں جمع تھے۔ حسب سابق پہلے اجتماعی طور پر قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ پھر اس کے بعد حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے درس حدیث ترمذی سے باقاعدہ اسباق کا آغاز کیا۔ اس موقع پر آپ نے طلباء سے فضیلت علم، علماء طلباء کی ذمہ داریاں، پابندی اوقات اور موجودہ نئے حالات میں دینی مدارس اور علماء وطلباء کو درپیش نئے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کیلئے بھرپور علمی تیاریوں کے بارے میں نصیحت آموز اور سیر حاصل خطاب فرمایا۔ پھر نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے تفصیلی اور ہدایات سے بھرپور جامع خطاب فرمایا۔ آپ کے علاوہ دارالعلوم کے مدرس مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب نے دارالعلوم کے قواعد وضوابط پر روشنی ڈالی اور طلباء کو اس پر عمل درآمد کی تلقین کی۔ آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفوراللہ صاحب مدظلہ نے جامع اختتامی دعا فرمائی۔

دارالعلوم حقانیہ میں متاثرین سیلاب کیلئے امدادی کیمپ کی سرگرمیاں:

دو ماہ قبل جس سیلاب نے طوفان نوح کی شکل اختیار کرکے ملک کے چاروں صوبوں کو اپنی لپیٹ میں لیا۔ سیلاب کی ابتداء صوبہ خیبر پختون خوا سے ہوکر ساحل سمندر پہونچنے تک ملک کی آبادی کے تقریباً ایک تہائی کو نشان عبرت بنادیا۔ خیبر پختون خوا میں جو جانی اور مالی بربادی ہوئی۔ بغیر دیکھے اس کا اندازہ مشکل سے ہوتا ہے۔ یہ صوبہ دیگر صوبوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ متاثر ہے۔ ابھی تک لاکھوں متاثرین بے سروسامانی کی صورت میں دربدر ہیں۔ صوبہ خیبر پختون خوا کے ضلع نوشہرہ میں ہر طرف تباہی وویرانی کے مناظر ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ سیلاب کے ابتداء ہی سے جبکہ ہر طرف تباہی مچی ہوئی تھی، ضلع کا مشہور علمی روحانی شہر اکوڑہ خٹک کی بھی ۳/۴ حصہ آبادی دریا کے

بے رحم تھپیڑوں کی زد میں آ چکی تھی۔ بے گھر' بے سہارا متاثرین کے پناہ کے لئے جامعہ حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے ادارہ کی تمام عمارات کے دروازے کھول کر انہیں سکونت یہاں اختیار کرنے کی دعوت دی۔ قریباً ساڑھے تین ہزار مرد' عورتیں اور بچے دارالعلوم میں آ کر آباد ہوئے۔ ان کے دونوں وقت کے کھانے کا بندوبست بھی ابتداء میں صرف جامعہ کے ذمے تھا اور یہ سلسلہ رمضان کے آخر تک جاری رہا جس میں چند دینی مدارس کے اہم مدارس جامعہ دارالعلوم کراچی' جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی اور خصوصاً پنجاب کے اہل خیر حضرات نے بھی بھرپور تعاون فرمایا دارالعلوم حقانیہ میں دن رات مسلسل دو مہینے ریلیف میڈیکل کیمپ متاثرین کی خدمت میں مصروف رہا جو آج بھی جاری وساری ہے۔ روزانہ ڈیڑھ سے دو ہزار تک مریضوں کا علاج اور بہترین ادویہ تقسیم ہوتی رہیں۔ ایک ڈاکٹر جناب ظفر اقبال نے تو پورا وقت اس خدمت کے لئے وقف کیا۔ اس کے علاوہ صوبہ خیبر پختونخوا سے کئی سپیشلسٹ ڈاکٹر حضرات نے بمع ماہر ڈاکٹروں کی ٹیم کے مختلف اوقات میں جامعہ کے اندر کیمپ لگا کر متاثرین کی خدمت کی۔ دارالعلوم حقانیہ کے تمام منتظمین اور متاثرین ان تمام اداروں' جنہوں نے اس مشکل ترین وقت میں متاثرین کی خدمت کر کے ان کو ریلیف دیا۔ مشکور وممنون ہونے کے ساتھ دعا گو ہیں کہ رب کائنات جملہ تعاون کنندگان کو اجر جزیل سے نواز کر پوری امت مسلمہ کو اپنا قبلہ درست کرنے' رجوع الی اللہ' توبہ تائب ہونے اور اپنے اعمال کی درستگی کی توفیق نصیب فرمائیں۔

بقیہ صفحہ نمبر ۶۱ سے

(امت مسلمہ کیلئے مغرب سے واقفیت ضروری ہے)

پھیلتا گیا، جنگجو اور بہادر بلوچ پتھروں پر اپنی بندوقیں رکھ کر حیران وپریشان ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ جاتے ایک مقام پر عزت نامی ایک بلوچ نے اپنے آدمیوں کیساتھ جنرل ڈائر کا راستہ روکا انہیں دیکھ کر ڈرائیور نے زور سے موٹر کا ہارن بجایا اور تیزی سے ان کی طرف موٹر دوڑائی نتیجہ یہ نکلا کہ عزت اور اس کے آدمی حملے سے باز رہے۔

(تاریخ بلوچستان بحوالہ شیر عبدالقادر شاہوانی جنگ مڈویک میگزین ۱۴ اکتوبر ۲۰۰۹ء)

عہد حاضر کا میڈیا عیدو بلوچ کا کردار ادا کر رہا ہے اس کے اینکر پرسن' کالم نگار، صحافی عیدو بلوچ کی طرح عالم اسلام کے لوگوں کو مغرب کی سائنس، ٹیکنالوجی، ترقی سے اس طرح ڈرا کر مرغوب ومغلوب کرنا چاہتے ہیں اسلئے مغرب سے واقفیت از حد ضروری ہے۔ ارشاد رسالت مآب ﷺ ہے کہ ''آدمی کو اپنے زمانے سے واقف ہونا چاہیے'' حضرت عمر کا ارشاد ہے کہ ''وہ شخص دین کی کڑیاں بکھیر دیگا جو جاہلیت کی حقیقت سے واقف نہیں ہے''۔ ان ارشادات کا مقصد یہ ہے کہ امت مسلمہ اپنے عہد کے عیدو بلوچ سے خبردار رہے اور کسی تہذیب اور قوم سے مرغوب نہ ہو۔

ادارہ

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: اتمام الصحیفہ فی توضیح علم الصیغہ (عربی) ضخامت: ۲۱۰صفحات قیمت: ۲۲۵روپے
تصنیف: علامہ مفتی عنایت احمد کاکورویؒ تعریب وتوضیح : مولانا عبدالوحید ملک عبدالحق ناشر: زمزم پبلشرز کراچی

علم الصیغہ علم صرف کی انتہائی مفید اور بنیادی کتابوں میں سے ایک ہے۔اس وجہ سے ہر دور میں علماء نے اس کی طرف توجہ دی۔اور عرصہ دراز سے مدارس میں اہتمام کے ساتھ چلی آ رہی ہے۔یہ کتاب اسکے مصنف جناب علامہ مفتی عنایت احمد صاحب کاکورویؒ نے اپنی امارت جزائر انڈومان کے دوران مرتب کی تھی۔آپکی عبقریت اور نابغیت کی یہ واضح دلیل ہے کہ مراجع اور مآ خذ کے عدم دستیابی کے باوجود آپ نے ایسی جامع ترین اور نافع کتاب لکھی۔اصل کتاب فارسی زبان میں تھی۔بعد میں مختلف حضرات نے اس کے اردو ترجمہ کیساتھ اس کی تشریحات وتوضیحات بھی لکھیں۔

زیر تبصرہ کتاب اس معرکۃ الاراء کتاب کی عربی ترجمہ اور تشریح ہے' مترجم اور شارح اس کتاب کی تعریب کر کے امت مسلمہ پر بالخصوص طلبہ علوم دینیہ پر بہت بڑا احسان کیا۔اسی طرح اس کی افادیت اور اہمیت میں مزید اضافہ ہوگا جو حضرات اردو یا فارسی زبان نہیں جانتے وہ بھی اس سے بھرپور استفادہ کریں گے۔اس سے قبل مترجم نے علم نحو کی مشہور کتاب نحو میر کی بھی تعریب کی تھی جو کہ بلاد عربیہ بالخصوص افریقی ممالک میں بہت مشہور ہوئی۔ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مترجم کی سعی وکوشش کو بارآور فرماوے اور انہیں مزید توفیق ارزانی فرمائے کہ اسی طرح کی علمی سوغاتیں امت کے سامنے وقتاً فوقتاً پیش کیا کریں۔کتاب صوری اور معنوی لحاظ سے بہت دیدہ زیب اور خوبصورت ہے۔زمزم پبلشرز نے اپنی روایتی شائستگی کا ثبوت دیتے ہوئے اس عظیم علمی کتاب کو کماحقہ بہترین انداز میں شائع کیا۔

کتاب: مفید الطالبین ضخامت: ۷۲صفحات قیمت: درج نہیں ناشر: المکتبۃ الرحمانیہ محلہ جنگی' پشاور

درس نظامی کے نوآموز طلبہ وطالبات کیلئے حضرت مولانا محمد احسن نانوتویؒ کے وجیز اور مختصر پندرہ ورقی رسالہ ''مفید الطالبین'' کی افادیت سے کسی کو بھی انکار نہیں ،جس پر تعلیق کرنے والے عظیم عبقری شخصیت اور علمی دنیا کے معروف ادیب حضرت مولانا محمد اعزاز علی غفرلہٗ ہیں' حضرت امروہویؒ کی اس عظیم کاوش کو یقیناً حلقۂ علم وادب میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے البتہ آج کل جو رسالہ بازاروں میں دستیاب ہے یہ وہی ایک عکسی نسخہ ہے جس کو سب ناشران اپنے مکتبوں سے مختلف ٹائٹلوں اور کاغذوں سے چھپواتے رہتے ہیں اور کچھ مکتبوں کی طرف سے اس کی کتابت بھی کروائی گئی ہے تاہم ان کے زیر نظر بھی یہی ایک عکسی نسخہ چلا آ رہا ہے۔پچھلے دنوں اس عکسی رسالہ کی تصحیح گئی اور اس میں موجود غلطیوں کی اصلاح کے بعد اسے کمپوز کرنے کی سعادت ہمارے ہی جامعہ حقانیہ کے ایک فاضل نور الاسلام ترخوی (ایم اے عربی واسلامیات) نے بہت توجہ اور شوق سے کی ہے جو کہ قابل ستائش کاوش ہے۔

روح افزا اور کیا چاہیے!
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
ہمدرد
Blitz DDB

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔(مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات وعبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت وشہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	۔
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث ومفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل وشرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	زین المحافل (شرح شمائل ترمذی) جلد دو	مولانا اصلاح الدین	" " " " "	۱۰۵۵
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	انوارِ حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ○ جامعہ دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک